

قرن اول کا ایک مُدبر

از

خورشید احمد فارق

استاد ادبیات عربی، دہلی یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ برہکان دہلی



✓
۲۹۷۶۹۹۲۲
۵۹۲
۱۰۳۷۷

۲

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

طبع اول

صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق جولائی ۱۹۶۱ء

تین روپے

قیمت جلد

دو روپے پچاس پیسے

قیمت غیر جلد

مطبوعہ

کوہ نور پریس - دہلی

فہرست

صفحہ	عنوان
۱	صفحہ اول کے چار مدبر
۲	مختار کی امتیازی شان
۳	بچپن
۴	اہل بیت سے وابستگی
۵	حضرت علی کی مختار کے بارے میں رائے
۶	اکابر کوفہ کی حضرت علی سے نافرمانی اور اس کے اسباب
۷	حضرت حسن کے بارے میں مختار کا مشورہ
۸	کوفہ میں انقلاب کی تیاریاں
۹	عبید اللہ بن زیاد نیا گورنر کوفہ
۱۰	مختار کو مغیرہ بن شعبہ کا اشارہ
۱۱	کوفہ میں انقلابی تحریک کو شکست
۱۲	حضرت حسین کو عبدالبن عباس کا مشورہ
۱۳	حضرت حسین کی روانگی
۱۴	مختار قید میں
۱۵	رہائی اور کوفہ سے اخراج
۱۶	مختار کی ایک ملاقاتی سے باتیں
۱۷	مختار کی ابن زبیر سے ملاقات
۲۰	مختار کی ابن حنفیہ سے ملاقات

16.6.63
 Dr. M. A. Qasbi
 16.6.63
 16.6.63

۲۱	کوہ کی پارٹیاں
۲۲	مختار کوہ میں
۲۳ - ۲۴	حامیان اہل بیت کے سامنے مختار کا اعلان
۲۵ - ۲۶	اعلان کا اثر
۲۷ - ۲۸	سلیمان بن عمرو کا خروج
۲۹ - ۳۰	مختار پھر قید میں
۳۱ - ۳۲	مختار کی رہائی
۳۳ - ۳۴	ایقانے عہد سے انکار
۳۵ - ۳۶	رسوخ و اثر میں اضافہ
۳۷ - ۳۸	کوہ میں نیا گورنر
۳۹ - ۴۰	نئے گورنر کی تقریر پر نکتہ چینی
۴۱ - ۴۲	کوہ پر قبضہ کی تیاری
۴۳ - ۴۴	قید سے بچنے کا بہانہ
۴۵ - ۴۶	ابن حنفیہ سے مختار کے بارے میں تحقیق
۴۷ - ۴۸	وفد کی رپورٹ اور اس کا اثر
۴۹ - ۵۰	امام شعیب مختار کی تحریک میں
۵۱ - ۵۲	ابراہیم بن اشتر کو رام کرنے کی کوشش
۵۳ - ۵۴	جعلی خط
۵۵ - ۵۶	خط کے بارے میں شعیب کا بیان
۵۷ - ۵۸	ابراہیم انتقامی تحریک میں
۵۹ - ۶۰	کوئوال شہر کا قتل
۶۱ - ۶۲	بغاوت

صفحہ	عنوان
۴۴ - ۴۵	ناکام مقابلہ
۴۵ - ۴۶	گورنر کی تقریر
۴۶ - ۴۷	مختار غالب
۴۷ - ۴۸	فتح کے بعد مختار کی تقریر
۴۸	بیعت
۴۸ - ۴۹	نامساعد حالات
۴۹	مدت حکومت
۴۹ - ۵۱	کوفہ کے تین گروہ
۵۱ - ۵۲	مختار کی پالیسی
۵۲ - ۵۳	مختار کا بہروپ
۵۳ - ۵۴	بہروپ میں توسیع
۵۴ - ۵۶	ایک کرسی
۵۶	جبریل و میکائیل
۵۶ - ۵۷	میدان جنگ میں فرشتے
۵۷ - ۵۸	عرب اور غیر عرب مختار کی غیب دانی کے قائل
۵۸ - ۶۰	مختار کا ایک خطبہ
۶۰ - ۶۱	اپنے بارے میں مختار کا اعتراف
۶۱ - ۶۲	حکومت پا کر مختار کا طرز عمل
۶۲	داد و دہش
۶۲	ابن حنیفہ وغیرہ کو تحائف
۶۲ - ۶۳	ما تحت علاقے
۶۳	ابن مطیع کو عطیہ

۶۲ - ۶۵	مختار حج کے روپ میں
۶۵	تشریح بن عاریث کا تقرر اور استعفاء
۶۵ - ۶۷	قاتلین حسین کو ڈھیل
۶۷ - ۶۸	مروالی کے ساتھ مختار کے حسن سلوک پر راضی
۶۸	مختار پر لعن طعن
۶۸ - ۷۱	باغی اکابر کے نمائندہ کی مختار سے ملاقات
۷۱	ابراہیم بن اشتر کی محاذ کو روانگی
۷۱ - ۷۲	کوہ کے باغیوں کو شکست
۷۲ - ۷۵	انتقامی کارروائی
۷۵ - ۷۶	معافی کی مثالیں
۷۷	انتقام کا رد عمل
۷۷ - ۷۸	بصرہ میں مختار کے خلاف جنگی تیاری
۷۸ - ۸۰	مختار کو شکستِ فاش
۸۰ - ۸۱	بہروپ بے نقاب
۸۱	بے اعتمادی اور اضمحلال
۸۱ - ۸۲	باعزت موت مرنے کا عزم
۸۲	آخری مقابلہ کی تیاری
۸۲ - ۸۳	پھر شکست
۸۳ - ۸۴	محل میں محصور
۸۴	اعترافِ بہروپ
۸۵	موت
۸۵	مختار کی فوج کو قتل کی سزا

۸۶	مختار کے ابن حنفیہ سے تعلقات
۸۶	ابن حنفیہ کی طرف سے جنگ خونریزی کی نعت
۸۷	علی بن حسین کو ملانے کی ناکام کوشش
۸۸ - ۸۷	ابن عباس کا ابن حنفیہ کو مشورہ
۸۹ - ۸۸	ابن عباس کی اخلاقی تائید
۹۱ - ۸۹	ابن حنفیہ کی خدمت میں قائلین حسین کے سر
۹۲ - ۹۱	ابن زبیر سے حنفیہ و قادری
۹۲	حجاز پر فوج کشی
۹۴ - ۹۲	ابن حنفیہ سے چال
۹۵ - ۹۴	ابن حنفیہ نظر بند
۹۵	مختار سے مدد کی استدعا
۹۷ - ۹۷	ابن حنفیہ کی مدد کو مختار کے دستے
۹۷	ایک لطیفہ
۹۹ - ۹۷	فرقہ کیسانیت
۹۹	مختار کے ابن زبیر سے تعلقات
۱۰۰ - ۹۹	امیر معاویہ کی زبیر کو وصیت
۱۰۱ - ۱۰۰	عبداللہ بن زبیر خلافت کے خواہشمند
۱۰۲ - ۱۰۱	خلافت کا اعلان
۱۰۲	مختار کے کوہ جانے کا سبب اصلی و مصلحتی
۱۰۳ - ۱۰۲	مختار کی پالیسی
۱۰۵ - ۱۰۴	مختار کی آزمائش
۱۰۶ - ۱۰۵	نئی چال

صفحہ	عنوان
۱۰۷ - ۱۰۶	مدینہ پر چڑھائی اور شکست
۱۰۹ - ۱۰۷	تالیفِ قلب کی آخری کوشش
۱۱۰ - ۱۰۹	بصرہ میں مختار کی تحریکِ منشی کی قیادت میں
۱۱۱ - ۱۱۰	منشی ناکام
۱۱۳ - ۱۱۱	ناکامی کے بعد اکابر بصرہ کو مراکے
۱۱۳	مختار کی لڑائیاں
۱۱۴	۱۔ جنگِ کوفہ
۱۱۴	۲۔ جنگِ جزیرہ (میسوپوٹامیہ)
۱۱۴	۳۔ جنگِ جَبَابَةِ الشَّيْخِ
۱۱۵	۴۔ جنگِ خَازِر
۱۱۵	۵۔ جنگِ رَقِيم
۱۱۶ - ۱۱۵	۶۔ جنگِ دَوْمَةَ الْجَنْدَل
۱۱۷ - ۱۱۶	۷۔ جنگِ مَذَار
۱۱۸	۸۔ جنگِ حُرُورَاءِ وَكُوفَه
۱۱۹	جنگِ کثرتِ آبادی کا علاج
۱۲۱ - ۱۲۰	مختار کی جنگی سمجھ بوجھ
۱۲۲ - ۱۲۱	سالاروں کو ہدایات
۱۲۴ - ۱۲۲	مختار کا خاندان

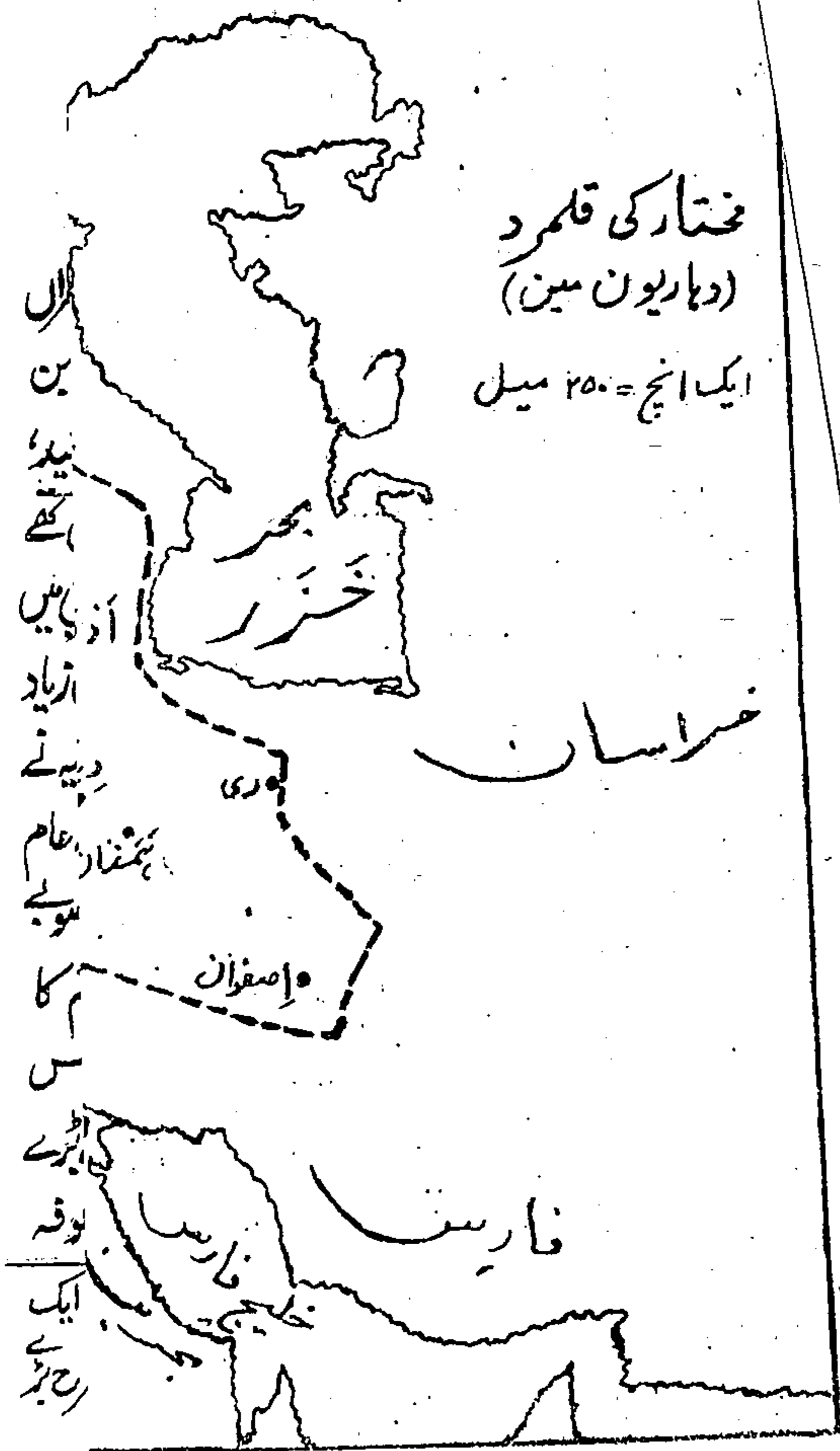
فقہ

- ۱۔ حدودِ مملکت (مثنوی)
- (عراق، میسوپوٹامیہ، ارمینیا، آذربائیجان، فارس)
- ۲۔ عراق، میسوپوٹامیہ، جزیرہ عرب،

مختار کی قلمرو
(دہاریون میں)

ایک انچ = ۲۵۰ میل

خراسان



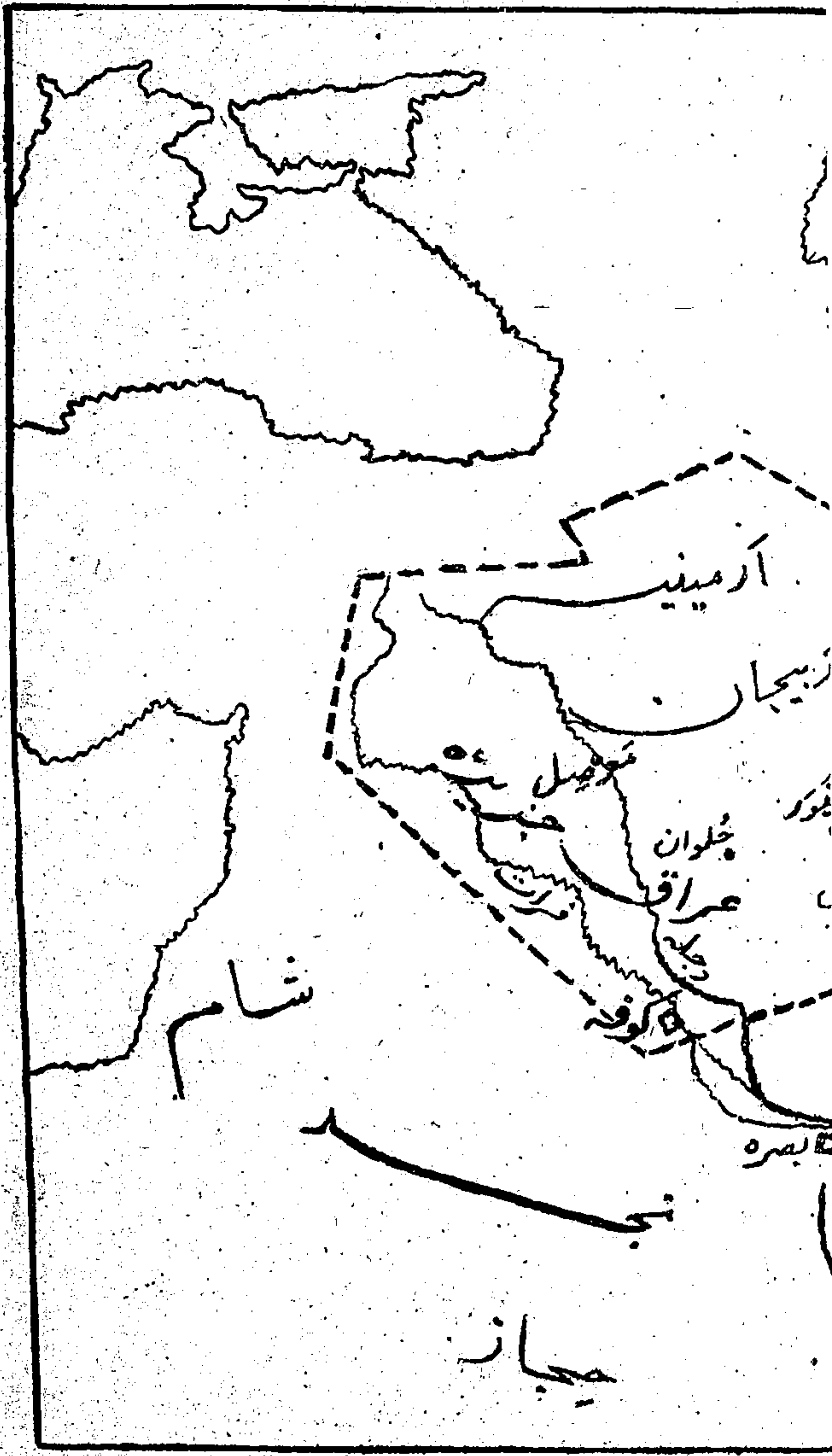
افغانستان
پنجاب
سندھ
پشاور
لہور
راولپنڈی

کابل
پشاور
لہور
راولپنڈی

اصفہان

ہری

فارسیہ



عراق مقابل صا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صفتِ اول کے چار مدبر (۴)

ابتدائے اسلام میں طائف کی پہاڑی لستی سے بہت سے فاتح، حکمران اور ڈپلومیٹ پیدا ہوئے جن میں چار صفت اول کے لوگ ہیں: مُغیرہ بن شعبہ (متوفی ۵۵ھ)، زیاد بن ابیہ (متوفی ۵۳ھ)، مختار بن ابی عبیدہ (متوفی ۶۷ھ) اور حجاج بن یوسف (متوفی ۶۵ھ) مُغیرہ فاتح بھی تھے ڈپلومیٹ بھی، ان کا شمار قرن اول کے چار دُھصاۃ میں کیا جاتا ہے، عربی میں دُھصیہ بڑے شاطر، بڑے چالباز اور بڑے مدبر کو کہتے ہیں، ان دُھصاۃ میں زیاد بھی شامل ہے، زیاد حکومت و سیاست میں اتنا لائق تھا کہ امیر معاویہ نے جو خود دُھصاۃ کی فہرست میں شامل ہیں، اس کو اپنا بھائی بنا لیا تھا، گو کہ عام طور پر وہ ایک غلام عبیدہ کا لڑکا خیال کیا جاتا تھا، خلافت کے مشرقی صوبے جن کا مرکز بصرہ اور کوفہ کے فوجی صدر مقام تھے اور جہاں گونا گوں جرائم کا بازار گرم تھا، اس کے غیر معمولی انتظام، معاملہ فہمی اور فراست سے نو دس برس تک استوار رہا، حجاج بن یوسف میں بھی حکومت و انتظام کے بڑے جوہر تھے اور اس نے جس افتراق انگیز، اور فتنہ پرور ماحول میں بصرہ اور کوفہ

لے مکہ سے لگ بھگ پچاس میل شمال مشرق میں، انگور کے باغوں سے گھرا ہوا ایک بارونق شہر تھا، یہاں کے باشندے جن کا تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا قریش کی طرح بڑے جہا جن، تاجر اور جہاندیدہ لوگ تھے۔

کی حکومت سنبھالی، اُس میں تشدد اور انتہائی تشدد کے بغیر امن قائم ہونا
 محال تھا، یہ اُس کی غیر معمولی صلاحیت جہان بینی ہی تھی جس نے بصرہ میں
 امن و امان قائم کیا، عراق اور فارس کو خواہج کے فلسد فی الارض سے
 نجات دلائی اور خراسان ہند، اور ماوراء النہر میں اسلام کے پیر جاتے، یہ
 تینوں اپنی تدبیری لیاقت کے علاوہ خوش بیانی اور خطابت کے لئے بھی
 مشہور ہیں، مُغیرہ ایسے پر مغز مقرر تھے کہ ان کو خلفاء اور سالاروں کی طرف
 سے غیر عرب بادشاہوں کے دربار میں سفارتی فراتص انجام دینے کے لئے
 مامور کیا جاتا تھا، زیاد کی مُعجز بیانی کے نمونے ادب کی کتابوں میں آج تک
 موجود ہیں، حجاج کی تقریروں میں سنگلاخ کی سی سختی اور طوفان کا سا جلال تھا۔

مختار کی امتیازی شان

مُغیرہ، زیاد اور حجاج کو سیاسی اقتدار حکومت وقت نے عطا کیا تھا،
 لیکن مختار نے اپنے دست و بازو سے یہ اقتدار حاصل کیا، اس کے حصول
 میں اس کی فکر و اجتہاد نے تو اس کا ساتھ دیا ہی لیکن جس صفت نے سب
 سے زیادہ اس کی یادری کی وہ تھی اس کی غیر معمولی تنظیمی صلاحیت، مذہبی
 بہرہ اور اہل بیت (خاندان حضرت علی) کی ہوا خواہی،

مختار کے دل کی اُمنگ سنیسٹہ سال کی عمر تک پوری نہ ہوئی، تاہم وہ
 خاموش اور چوکنا حالات کا مطالعہ کرتا رہا اور ان منصوبوں کو نچتہ کرتا رہا جن
 پر موقع ملنے کی صورت میں اس کو اپنی حکومت اور پالیسی کی عمارت اٹھانا
 تھی، یہ موقع اس کو ۶۶ھ کے بعد پیش ہوا، حضرت حسین کے قتل کر بلا کے بعد
 کوفہ میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا جس میں وہ اپنے اُبھرنے کی امنگوں کو پروان چڑھا

سکا، ۱۵۰۰ء میں وہ قصر حکومت کا مالک تھا، اور ایک خاصی بڑی حکومت عراق و ایران کے صوبوں پر مشتمل اس کے زیرِ فرمان تھی۔ جس پارسی پر عمل کر کے اس نے کامیابی حاصل کی اس کی بنیاد تین بڑے اصولوں پر قائم تھی:

(۱) اہل بیت کی حمایت اور ان کے قتل کا انتقام جس کی پُر زور تحریک ان دنوں کو فہم چلی ہوئی تھی۔

(۲) موالی اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، جو عربوں کے سیاسی و اجتماعی استبداد کے نیچے دبے ہوئے تھے۔

(۳) مذہبی بہرہ و پ۔ عربوں لیکن خاص طور پر موالی اور غلاموں کی مذہبی عقیدت حاصل کرتے اور ان کے دل میں اُس تقدس اور مصومیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے جو کسی کو نبی، کاہن یا مافوق الانسان ہستی باور کرنے سے پیدا ہوتا ہے، مختار خاص خاص موقعوں پر کاہنوں کی رہنمائی، پُر جلال اور مشحون گفتگو یا قرآنی آیات کی سی الہامی زبان استعمال کرنا، اور اپنے طرزِ عمل سے ظاہر کرنا کہ اس کو غیب کی باتیں وحی یا کسی دوسرے طریقے سے معلوم ہو جاتی ہیں، نیز یہ کہ اس کی حیثیت ایک مامورِ معصوم یا روحانی لیڈر کی سی ہے، اس بہرہ و پے مختار نے بڑے بڑے کام نکالے۔

پس

۴
بانتا الاشتراک
بانتا الاشتراک

مختار ہجرت کے پہلے سال طائف میں پیدا ہوا۔ اس کی پہلی جھلک ۱۰ء کو ۱۳ھ میں نظر آتی ہے، عمر فاروق نے خلیفہ ہو کر اس کے والد ابو عبیدہ ثقفی کو سالِ فوج بنا کر حیرہ کے قریب ایرانی غنیم کا مقابلہ کرنے بھیجا تھا، ابو عبیدہ نے اپنے بال بچے مدینہ میں چھوڑ دئے لیکن مختار جس کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی ان کے ساتھ ہو گیا۔

۱۰ مقتولہ علاقوں کے غیر عرب مسلمان۔ ۱۱ مطبوعہ فلسطین ۱۹۳۶ء ۵/۲۱۴۔

میں کی ہے، ابو عبید جنگ میں کام آئے، ان کی وفات کے دو تین سال بعد یعنی ۱۶ھ میں عمر فاروق کے صاحبزادے عبداللہ نے ان کی لڑکی اور مختار کی بہن صفیہ سے شادی کر لی، مختار مدینہ میں مقیم ہو گیا۔

اہل بیت سے وابستگی

ہمارے مورخ بتاتے ہیں کہ بچپن ہی سے مختار کا میلان اہل بیت کی طرف تھا، ۳۵ھ میں حضرت علی مدینہ کو خیر باد کہہ کر کوفہ کو اپنا پایہ تخت بنانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو مختار ان کے ہمراہ تھا، ۳۶ھ سے ۳۷ھ تک حضرت علی کا مستقر حکومت رہنے کی وجہ سے کوفہ حامیان اہل بیت کا سب سے بڑا مرکز ہو گیا تھا، اس کے علاوہ کوفہ عرب کے بہت سے قبیلوں کا گھر بھی تھا جہاں وہ ایران کی لڑائیاں جیت کر فتح کے نشے میں شراب پی کر میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے اور جہاں کینڑوں سے بے قید تمتع نے ان کی آبادی بہت بڑھا دی تھی۔

حضرت علی کی مختار کے بار میں رائے

جنگ جمل (۳۶ھ) سے فارغ ہو کر حضرت علی اپنے پایہ تخت کوفہ آئے اور کچھ دن بعد مختار کے چچا سعد بن مسعود کو مدائن کا گورنر مقرر کیا، ایک دفعہ سعد نے مختار کی معرفت حضرت علی کو سرکاری روپیہ بھیجا، روپیہ دینے کے بعد مختار نے ایک کھلی نکالی جس میں سات آٹھ روپے تھے (سند درہم) یہ کھلی حضرت علی کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا: ”یہ زندگیوں

لے تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری پہلا مصری ادیشن ۴/۱۸۸

کے مختار میں سے ہے! ”حضرت علی غصہ ہو کر بولے: برا ہوتا ہے، زندہ لوگوں سے میرا کیا تعلق؟“ مختار سلام کر کے لوٹنے لگا تو حضرت علی نے اس کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی: خدا سے غارت کرے، اس کا دل نکال کر دیکھا جائے تو لات اور عذبی کی محبت سے پڑ ہو گا!“

اکابر کوفہ کی حضرت علی سے نافرمانی اور اس کے سنا

اس کے بعد مختار سے ہماری ملاقات سلمہ میں حضرت علی کے قتل کے بعد ہوتی ہے، کوفہ کے عرب اکابر جنگ صفین (۳۵ھ) کے بعد سے برابر ان کی نافرمانی کرتے رہے، زبان سے تو وہ ضرور ان کی اطاعت کا اعتراف کرتے لیکن جب ان کو امیر معاویہ سے لڑنے کا حکم دیا جاتا تو وہ حکم بجا نہ لاتے اور طرح طرح کے بہانے بنا لگتے، تین سال تک حضرت علی جنگ جنگ پکارتے رہے، جو شیلی تقریروں میں کوفہ کی جامع مسجد سے ان کو ڈانٹتے، غیرت دلاتے، اپنے فضل اور خاندانی وجاہت کا پر زور اظہار کرتے، بہلاتے ڈراتے اور لالچ دلاتے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوتا، اس کے تین خاص سبب تھے: ایک یہ کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کے بڑے بڑے لیڈروں کو روپیہ اور جاہ کا لالچ دے کر توڑ لیا تھا، انساب الاشراف میں ہے:

”تجکیم کے بعد جب اہل شام نے امیر معاویہ کو خلیفہ بنایا اور ان کو حضرت علی کی نہروان میں خوارج سے جنگ کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت علی کے فوجی لیڈروں سے خط و کتابت کی، انہیں سب زباغ دکھائے، عزت و دولت اور منصب کے وعدے کئے، جس سے وہ حضرت علی سے ٹوٹ کر امیر معاویہ

کی طرف مائل ہو گئے اور ان کے خلاف حضرت علی کے ساتھ لڑائی پر جانے
 ہوئے مگھمسانے لگے، حضرت علی ان سے چلنے کو کہتے لیکن وہ دھیان نہ دیتے
 وہ جہاد کی ترغیب دیتے لیکن وہ سنی ان سنی کر دیتے۔

دوسرے سبب کی وضاحت کرتے ہوئے کوفہ کا ایک رپورٹر کہتا ہے:
 علیؑ کے قرآن خوان اور زہد کش ساتھیوں (یعنی خوارج) نے ان سے بغاوت
 کی، علیؑ ان سے لڑے (نہروان میں) اور قتل کر ڈالا، اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ
 ان کا لشکر اور اہل کوفہ (جن کے عزیز نہروان میں مارے گئے تھے) ان سے
 بگڑ بیٹھے ہیں، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت پیدا ہو گئی ہے
 اور ان کی ایک جہتی پارہ پارہ ہو گئی ہے۔

تیسرا سبب یہ تھا کہ حضرت علی تقسیم خراج و غنیمت میں موالی وغیر
 موالی یعنی عربوں اور غیر عربوں میں امتیاز نہ کرتے تھے اور یہ بات عربوں کو سخت
 ناگوار تھی، وہ کہتے موالی یا غیر عرب اصولاً ہمارے غلام ہیں جن پر بزور شمشیر
 ہم نے فتح حاصل کی ہے، اس لئے ان کے حقوق ہمارے برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت حسن کے باپے میں مختار کا مشورہ

حضرت علی کے بعد ان کے صاحبزادے حسن خلیفہ ہوئے، کچھ عرصہ بعد
 وہ امیر معاویہ سے لڑنے نکلے، چند برس الے آگے بڑھا کر وہ مدائن میں رک
 گئے، یہاں مختار اور اس کے چچا سعد بن مسعود ثقفی ہم کو ملتے ہیں، سعد جیسا

۱۔ انساب الاشراف بلاذری قلی معہد احیاء المخطوطات العربیہ قاہرہ ۲/۲۰۰

۲۔ انساب الاشراف بلاذری قلی ۲/۲۰۰

۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲/۵۲۷

کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں مدائن کے گورنر تھے، اچانک یہ فواہ اڑی کہ امیر معاویہ کی فوج نے حضرت حسن کے رسالوں کے سالار کو قتل کر دیا، اس فواہ سے جو بالکل بے بنیاد تھی اور جس کو ان لوگوں نے پھیلایا تھا جو جنگ کے خلاف تھے، فوج میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا، اس کا کچھ حصہ بھاگ کھڑا ہوا، کچھ امیر معاویہ سے جا ملا، اور اس کے ایک گروہ نے حضرت حسن کا خیمہ، قالین اور خزانہ لوٹ لیا اور ان پر نیزہ سے حملہ کر کے بھاگ گیا، اس نازک موقع پر مختار نے اپنے چچا سعد بن مسعود کو مشورہ دیا کہ حضرت حسن کو بکریوں اور امیر معاویہ کے حوالہ کر کے جاہ و شرف حاصل کریں لیکن سعد کی شرافت اس غداری کے لئے تیار نہ ہوئی، اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ بعض شیعوں کو جب مختار کے مذکورہ مشورہ کا علم ہوا تو انہوں نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن سعد نے حضرت حسن سے سفارش کر کے اس کی جان بچائی مختار کی اس حرکت کی وجہ سے شیعہ اس کو عثمانی یعنی اہل بیت کا دشمن اور بنو امیہ کا حامی خیال کرنے لگے۔

حضرت حسین کو خلیفہ بنانے کی تحریک

بیس سال کا عرصہ اور گزر گیا، ۴۱ھ سے ۶۰ھ تک تھے خلیفہ امیر معاویہ اپنی فراخ دستی اور کشادہ دلی کی بدولت کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے، حضرت حسن نے مذکورہ حادثہ کے بعد ان سے صلح کر لی تھی جس کی ایک دفعہ کے ماتحت وہ کوفہ کا سارا خزانہ لے کر اور صوبہ اہواز کا خراج اپنے نام زد کر کے مدینہ چلے گئے اور امیر معاویہ کی زندگی بھر سیاست سے الگ رہنے کا عہد کر لیا،

۱۔ اسباب الأشراف ۵/۲۱۶

۲۔ تاریخ الأمم ۶/۹۲

۳۔ الأخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری لیدن ص ۲۳۳۔

۱۱ھ میں ان کا انتقال ہوا اور ۱۲ھ میں امیر معاویہ نے وفات پائی، ان
 کا انتقال پر کوفہ کے حامیان اہل بیت میں حضرت حسین کو خلیفہ بنانے کی
 پرزور تحریک شروع ہوئی، اس تحریک کے محرک وہ قبائلی اور مذہبی اکابر
 تھے جن کو حضرت علی کے زمانہ خلافت میں اقتدار حاصل تھا اور ان کے بعد
 وہ اس سے محروم ہو گئے تھے، حضرت حسن کی صلح پر یہ لوگ بہت برہم
 ہوتے تھے اور ان کو خلافت کی جدوجہد کے لئے برابر اگساتے رہتے تھے لیکن
 حضرت حسن اہل کوفہ کی سابقہ بے وفائی اور امیر معاویہ سے معاہدہ کے پیش
 نظر ان کی ترغیبات و اصرار کی زیادہ پرواہ نہ کرتے تھے ان کی وفات پر یہ اکابر
 حضرت حسین کی طرف متوجہ ہوئے، ان کے خفیہ وفد اگر حضرت حسین سے
 اپنی وفاداری اور محبت اہل بیت کا بڑی گرم جوشی سے اظہار کرتے اور اپنے
 پچھلے طرز عمل پر سخت نادم ہوتے، لیکن چونکہ امیر معاویہ بہت چوکنا تھے
 اور مدینہ کی سی آئی ڈی کی معرفت حضرت حسین کے حالات ان کو معلوم ہوتے
 رہتے اور دوسری طرف خود حضرت حسین کو حامیان اہل بیت کی سابقہ بے
 وفائی کی بنا پر ان سے وفار کی امید نہ تھی، وہ ڈالتے رہے اور حقیقت یہ ہے
 کہ قبائلی و مذہبی اکابر کی اس تحریک کے پیچھے زیادہ تر ذاتی جاہ و اقتدار کا جذبہ
 کارفرما تھا، وہ جاہ و اقتدار جو حضرت علی کے عہد میں ان کو حاصل تھا اور
 جس سے بتو اُمیہ کے دور حکومت میں وہ محروم ہو گئے تھے۔

کوفہ میں انقلاب کی تیاریاں

امیر معاویہ کا لڑکا زید ۱۲ھ میں خلیفہ ہوا، کوفہ کے حامیان اہل
 بیت پھر حرکت میں آئے اور ہر بار سے زیادہ جوش و ولولے کے ساتھ، حجر

بن عدی، حضرت علی کے ایک بار سوخ جنرل اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بدولت اٹھ نو برس پہلے زیاد بن ابیہ کی گورنری کوفہ کے زمانہ میں قتل ہو چکے تھے، ان کے بعد سلیمان بن صرد حامیان اہل بیت کے لیڈر ہو گئے، ان کی قیادت میں یہ لوگ سرچوڑ کے بیٹھے اور حضرت حسین کو کوفہ بلا کر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا، حضرت حسین کے پاس ان کے وفد پے در پے آنے لگے اور ان کے اکابر نے اپنی وفاداری و ترغیب خلافت پر مشتمل اتنے خطوط حضرت حسین کو بھیجے کہ دو ترکش ان سے بھر گئے۔ حضرت حسین نے بھی موقع ساز گاہ دیکھا اور یزید کی بیعت کو ٹالنے لگے، ان خطوط کے جواب میں انہوں نے حامیان اہل بیت کو لکھا کہ میں اپنا ایک نمائندہ تحقیق حال کے لئے بھیجتا ہوں، اگر اس نے تمہارے خلوص و غم کی توثیق کی تو میں جلد پہنچوں گا۔

عُبَید اللہ بن زیاد بن ابیہ کی گورنری کوفہ

حضرت حسین نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق حال اور اپنی بیعت لینے کوفہ بھیج دیا، وہاں کی انقلابی تیاریوں کی خبر شام کے نئے خلیفہ یزید کو ہوئی تو اس نے فوراً گورنر بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا اور کوفہ کے موجودہ گورنر نعمان بن بشیر انصاری کو جو نرم آدمی تھے، اور جنہوں نے انقلابی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا تھا، معزول کر دیا، عبید اللہ مستعد حاکم تھا، اس نے آکر کوفہ کی بڑی مسجد میں یہ تقریر کی: ”امیر المؤمنین (یزید) نے مجھے آپ کے شہر کا گورنر مقرر کیا ہے، مجھے حکم ہے کہ آپ کا خراج آپ ہی پر خرچ کروں، مظلوموں کے ساتھ انصاف اور

فرماں برداروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں، اور نافرمانوں اور مشتبہ لوگوں کے ساتھ سختی برتوں، میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا، میں فرماں برداروں کے حق میں مہربان اور مخالفوں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوں گا۔

مختار کو مغیرہ بن شعبہ کا اشارہ

کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل، مختار کے گھر فرودکش ہوئے (ذوالحجہ ۶۳ھ) مختار نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی، قارئین کو یاد ہو گا کہ ۶۳ھ میں جب حضرت حسن کو ان کی فوج نے حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا اور وہ بھاگ کر قصر مدائن میں پناہ گزیں ہوئے تھے تو اس وقت مختار نے اپنے چچا سعد کو رزمہ مدائن کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت حسن کو گرفتار کر کے امیر معاویہ کے حوالہ کر دیں اور اس طرح خلیفہ شام کے دربار میں جاہ و منزلت حاصل کریں، اس مشورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختار بنو اُمیہ کا ہی خواہ یا حامی تھا لیکن یہ بات نہیں ہے، یہ مشورہ ابن ابوقتی کے ایک عارضی جوش کامریوں تھا، بنو اُمیہ کے ہر سر اقتدار آنے پر مختار نے حالاً کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی اُمنگیں بنو اُمیہ کی وفاداری سے نہیں بلکہ اہل بیت کی جاں نثاری سے پوری ہو سکتی ہیں، اس کی اس رائے کو ایک تجربہ کار اور بالغ نظر ہم وطن اور بزرگ کے اشارے نے بے حد تقویت پہنچانی، یہ بزرگ امیر معاویہ کے گورنر کوفہ مغیرہ بن شعبہ ثقفی تھے، ایک دن مختار ان کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا تو انہوں نے کہا: مجھے ایک گرمعلوم ہے جس کو استعمال کر کے ایک سمجھ دار آدمی بہت سے لوگوں کے دل مسخر کر سکتا ہے اور ان کو اپنا معاویہ بنا سکتا ہے بالخصوص غیر عرب نسل کے لوگوں کو، مختار نے سراپا شوق بن کر

پوچھا: وہ گر کیا ہے چچا، تو مغیرہ نے کہا: اہل بیت کی مدد اور ان کے انتقام کی تحریک، یہ بات مختار کے دل میں بیٹھ گئی، وہ ہمیشہ سے زیادہ اہل بیت کی خیر خواہی کا اظہار کرنے لگا، بہت جلد اس کے سر سے عثمانی ہونے کا الزام دور ہو گیا اور اس کا شمار اہل بیت کے رازداروں اور جاں نثاروں میں ہونے لگا۔

گورنر میں انقلابی تحریک کو شکست

نئے گورنر کو فہ عید اللہ بن زیاد کی تقریر کا جس کا اوپر ہم نے ذکر کیا، اچھا اثر ہوا اور بہت سے لوگ جو اس کے آنے سے پہلے انقلاب کے لئے آمادہ تھے، متزلزل ہو گئے، مسلم بن عقیل، مختار کے گھر سے ایک بار سوخ عرب سردار ہانی بن عروہ کے گھر روپوش ہو کر حضرت حسین کے لئے خاموشی سے بیعت لینے لگے، چند ہی دن میں بارہ ہزار افراد نے حلف و فاداری کے ساتھ بیعت کر لی، عید اللہ بن زیاد نے جاسوسوں کے ذریعہ مسلم بن عقیل کی قیام گاہ کا پتہ چلا لیا اور ان کے میزبان ہانی کو بلا کر پر ملا قتل کرادیا، اب مسلم بن عقیل کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا تو خود کو گورنر کے حوالہ کر دیں یا مقابلہ کریں، انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بارہ ہزار وفاداروں کے ساتھ قصر مارت کا محاصرہ کر لیا، رات کو محل کی فصیل سے شہر کے اُن اکابر نے جو بنو اُمیہ کے حامی تھے اور اس وقت گورنر کے ساتھ محل میں موجود، جو شہلی تقریریں کیں، محاصرین کو دھمکایا اور شام کی افواج سے جن کی خون آشام تلوار کا جنگ صفین (۳۷ھ) میں وہ خوب تجربہ کر چکے تھے، ڈرایا اور بغاوت سے باز رہنے کی اپیل کی، نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم کے سارے ساتھی فرار ہو گئے اور ان کے پاس ایک آدمی تک نہ رہا، دوسرے دن مسلم کو ایک شعیبی کے گھر سے جس نے اگر خود مخبری کی تھی،

گرفتار کر لیا گیا، قتل ہونے سے پہلے انہوں نے ایک معتد سے وصیت کرتے ہوئے کہا: ”حسینؑ سے کہلا بھیجو کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جو اہل بیت کی جان نثاری کے مدعی تھے، مجھ سے بیعت کر کے غداری کی اور مجھے موت کے منہ میں دے دیا، نیز یہ کہ وہ مکہ لوٹ جائیں اور اہل کوفہ کے دھوکہ میں نہ آئیں“

حضرت حسین کو عبداللہ بن عباس کا مشورہ

عبداللہ بن عباس حضرت علی کے چچا زاد بھائی اور ان کے راز دار، معتد اور مشیر تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حسین نے حامیان اہل بیت کی دعوت پر کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ ان سے ملے اور کوفہ کے نئے گورنر کے سخت اقدامات کا ذکر کیا، اہل کوفہ کی سابقہ غداری یاد دلائی اور مشورہ دیا کہ وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیں، لیکن حضرت حسین نے مانے، روانگی کا وقت قریب آیا تو آخری بار عبداللہ بن عباس نے حضرت حسین سے پھر اپیل کی کہ کوفہ نہ جائیں، لیکن اب بھی وہ اپنے ارادہ پر قائم رہے، ابن عباس نے کہا: اگر تم کسی طرح نہیں ملتے تو بال بچوں کو ساتھ لے جاؤ کیوں کہ مجھے امید نہیں کہ تم زندہ بچو گے۔

حضرت حسین کی روانگی

حضرت حسین مکہ کے اموی گورنر کی پولیس سے مدد بھیج کر تے ہوئے کوفہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے، ان کے پاس ستر سے اوپر آدمی تھے، جو

ان کی بیگمات، کینزوں، غلاموں، موالی اور خاندانی افراد پر مشتمل تھے، ان کے چھوٹے بھائی ابن حنفیہ (متوفی ۳۸ھ) نے جانے سے انکار کر دیا کیوں کہ اول تو وہ مسلمانوں کے باہمی جھگڑے بے حد ناپسند کرتے تھے اور دوسرے انھوں نے یزید کی بیعت بھی کر لی تھی، راستہ میں کئی جگہ حضرت حسین کو کوفہ سے آنے والے لوگ ملے جنہوں نے وہاں کی بدلی ہوئی قضا کا ذکر کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ کوفہ نہ جاتیں، پھر ان کو مسلم بن عقیل کے قتل اور ان کی وصیت کا حال معلوم ہوا لیکن ان کے قدم پیچھے نہ ہٹے، راستہ میں بہت سے فاقہ مست بد و غنیمت اور پیسہ کی خاطر ان کے ساتھ ہو گئے تھے، لیکن جب ان کو عبید اللہ بن زیاد کے سخت اقدامات اور کوفہ کے بدلے ہوتے حالات کا علم ہوا تو وہ ساتھ چھوڑ گئے، عبید اللہ نے کوفہ آنے والے راستوں پر پہرہ لگا دیا اور حضرت حسین کو گرفتار کرنے کے لئے رسالے مامور کر دیئے، کوفہ کی ساری مرد آبادی یا تو حضرت حسین کے مقابلہ کے لئے تکل گئی یا گورنر کے کیمپ میں اُس کے حکم کی منتظر کھئی رہے۔

۱۔ حضرت حسین مع اکثر ساتھیوں کے شہید کر دیئے گئے، اُن کے دونوں چھوٹے لڑکوں علی اور عمر اور حرم کی عورتوں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا گیا، یزید حادثہ کربلا کی خبر سن کر آبدیدہ ہو گیا اور عبید اللہ کے نمائندہ سے بولا: "تمہارا بڑا بہنوئی کو قتل کئے بغیر تمہاری کارگزاری سے خوش ہو جاتا، ابن مرجانہ (عبید اللہ) پر خدا کی لعنت، قسم خدا کی اس کام کی سربراہ کاری اگر میرے ذمہ ہوتی تو ابو عبد اللہ (حسین) کو معاف کر دیتا، پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا، وہ دو پہر کا کھانا علی اور عمر کے ساتھ کھاتا تھا۔" الأخبار الطوال ص ۲۷۲۔

مختار قید میں

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مُسلم بن عقیل، کوفہ اگر مختار کے گھر ٹھہرے تھے، مختاران کی آمد پر بے انتہا مسرور ہوا اور بڑے جوش و اشتیاق سے اپنے زیر اثر لوگوں سے مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسین کے لئے بیعت کرا دی، پھر وہ اپنے غلاموں اور موالی کے ساتھ مُسلم کے لئے وفادار فراہم کرنے اپنی جاگیر حلا گیا جو کوفہ کے باہر تھی، اس کے جانے کے بعد مُسلم، ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے، مُسلم بن عقیل کے عبید اللہ سے مصروف پیکار ہونے کی خبر اس کو دوپہر کے وقت ملی اور وہ فوراً اپنے موالی غلاموں کے ساتھ مغرب کے وقت کوفہ پہنچ گیا، عبید اللہ نے اہل کوفہ کو قابو میں لانے کے لئے منادی کرا دی تھی کہ جو شخص جامع مسجد میں حاضر نہ ہو گا اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا، لوگ جوق جوق اہل بیت کی وفاداری کو اپنی جان پر قربان کئے مسجد میں جمع ہو رہے تھے، مختار دریافت حال کے لئے مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو اس کے ایک خیر خواہ نے تعجب سے پوچھا: تم یہاں کیسے کھڑے ہو، نہ وفاداران حکومت کے ساتھ مسجد میں ہو، نہ اپنے گھر میں، مختار نے کہا: خدا کی قسم، تم نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ میری عقل چرخ ہو گئی ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، خیر خواہ نے کہا: بخدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری قضا آتی ہے، اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد کے ڈپٹی گورنر نے جو اہل کوفہ کو مسجد میں جمع کرنے پر مامور تھا، مختار کو یہ پیغام بھیجا: عقل کے ناخن لو، تباہی کو دعوت نہ دو، مسلم کی پوزیشن کمزور ہے، اگر تم مسجد میں حاضر ہو جاؤ گے تو میں عبید اللہ سے سفارش کر کے تمہیں بچالوں گا، مختار کو ڈپٹی کی بات ماننے ہی میں نجات نظر آئی اور وہ

مسجد میں حاضر ہو گیا۔

صبح کو عبید اللہ بن زیاد نے ان اکابر کو جو مسجد میں جمع تھے سوال جواب کے لئے بلایا، ان میں مختار بھی تھا، عبید اللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مسلم بن عقیل کی مدد کے لئے موالی کی ایک جماعت لے کر اپنی جائداد سے آیا ہے، تیور بدل کر اس نے مختار سے کہا: ”مسلم کی مدد کے لئے تم فوجیں لے کر آئے!“ مختار نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں مسجد میں حاضر ہو گیا تھا اور وہیں رات گزارا، عبید اللہ نے اس زور سے اس کے منہ پر چھتری ماری کہ اس کی آنکھ کا ڈھینلا اٹک گیا، ڈپٹی گورنر نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مختار کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے حق میں سفارش کی، عبید اللہ نے مختار کو قید میں ڈال دیا جہاں حادثہ کر بلا تک وہ رہا۔

مختار کی رہائی اور کوفہ سے اخراج

حضرت حسین کے قتل کے بعد مختار نے اپنے چچا زاد بھائی زائدہ بن قلدہ بن مسعود کو اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس مدینہ بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ یزید کو لکھ کر اسے عبید اللہ بن زیاد کی قید سے چھڑالیں، عبداللہ بن عمر کی سفارش پر یزید نے اس کی رہائی کا فرمان لکھ دیا، عبید اللہ نے ماہِ رجبِ ثلاثہ کے تین دن کے اندر اندر کوفہ چھوڑنے کا حکم دے کر مختار کو رہا کر دیا۔

مختار کی ایک ملاقاتی سے پائنتیں

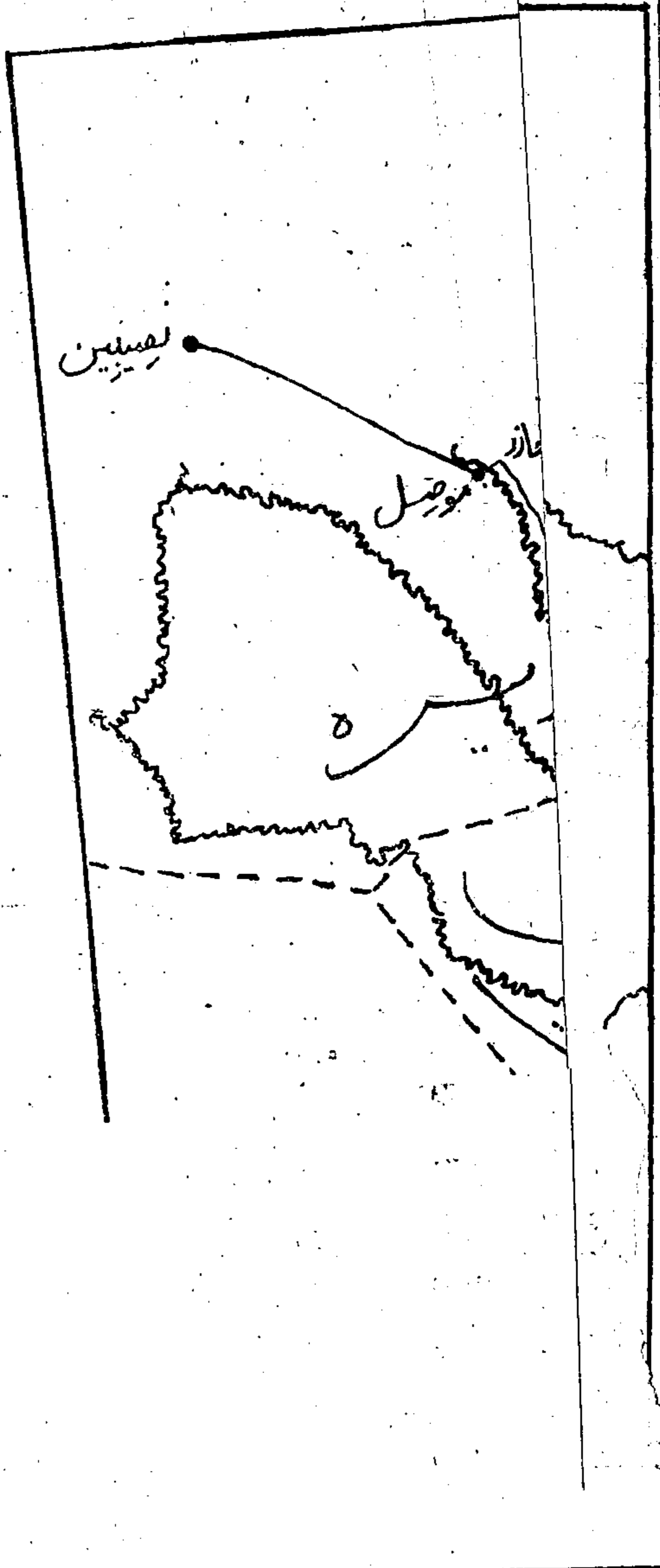
بہلت کے آخری دن مختار دل میں حسرت، انتقام اور ولولے لئے ہوتے اپنے وطن طائف کو روانہ ہو گیا، ایک آنکھ کی قربانی دے کر اور قید کی

لے انساب الاشراف ۲۱۴/۵ و تاریخ الأمم ۵۹/۷۔

مشقت بھگت کر اس نے اہل بیت کے حامیوں کا ہمیشہ سے زیادہ اعتماد حاصل کر لیا تھا، وہ غالباً صفر ۶۱ھ میں کوفہ سے آیا اور زید کی وفات کے چھ ماہ بعد یعنی رمضان ۶۲ھ میں کوفہ لوٹا پونے چار سال کا یہ عرصہ اس نے اپنے وطن طائف، مکہ اور مدینہ میں گزارا، کوفہ سے اخراج کے بعد راستہ میں مکہ کے ایک شناسائی سے اس کی ملاقات ہوئی، شناسائی نے آنکھ کھوٹنے کا سبب دریافت کیا تو مختار نے کہا: حرامزادے عبید اللہ نے چھڑی مار کر کھوڑ دی، خدا مجھے غارت کرے، اگر اس کی انگلیاں، ہاتھ اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں، ملاقاتی نے تعجب سے پوچھا: یہ کیوں کر ممکن ہے؟ مختار نے شانِ وثوق سے کہا: میرے ان الفاظ کو یاد رکھو، ایک دن ان کی سچائی تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ پھر مختار نے ملاقاتی سے ابن زبیر کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا: ابن زبیر خانہ کعبہ کے مجاور ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں میں نے (شام کے خلیفہ سے) اس گھر کے مالک کے پاس پناہ لی ہے، لوگ کہتے ہیں وہ حسبِ کراپنے لئے بیعت لے رہے ہیں، میرا خیال ہے جو ہی ان کی قوت و جمعیت بڑھی وہ بغاوت کر دیں گے، یہ سن کر مختار کو بالکل تعجب نہیں ہوا کیوں کہ وہ پہلے سے ابن زبیر کے ارادوں سے واقف تھا، ملاقاتی کی رپورٹ پر اس نے یہ تبصرہ کیا: یقیناً ایسا ہی ہوگا، بلاشبہ عربوں میں وہ ایک اولوالعزم آدمی ہیں اگر وہ میرے مشورہ پر عمل کریں تو میں بہت سے لوگ ان کے جھنڈے تلے جمع کر سکتا ہوں، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو نجد میں کسی یا حوصلہ عرب سے کم نہیں ہوں، اس کے بعد مختار نے حضرت علی اور حضرت حسین کے انتقال اور ایک ہولناک بغاوت کی پیش گوئی کر کے اپنی راہ لی۔

پیر ابن زبیر
 نے کہا
 یہاں دوران
 سے کے
 حجاز پر قبضہ
 طبرستان کی

ہا، اس زمانہ
 میں جباروں
 آیا تو ابن زبیر
 ٹھیک گیا، کچھ
 ابن زبیر نے
 سے شکایت
 آیا تھا اور اپنی
 اکی قسم جتنے وہ
 سے مختار ابن
 زبیر سے ملا
 کر سکنا ہوں
 لے مجھے بارہابی



مشقت بھگت کرنا

کر لیا تھا، وہ غالباً

یعنی رمضان ۱۹۱۱ء

طائف، مکہ اور مدینہ

شناسائی سے اس نزل

دریافت کیا تو تھا،

مجھے غارت کرے

کردوں، ملاقاتی

و توق سے کہا:

ہو جائے گی۔

اس نے کہا: اب

کے خلیفہ سے

کراپنے لئے بیعت

بڑھی وہ بغداد

پہلے سے ابن

یہ تبصرہ کیا: یقاً

اگر وہ میرے مشہ

کر سکتا ہوں،

کم نہیں ہوں،

اور ایک ہولنا

لے تاریخ الامم

آذربائیجان

ہیروان

مختار کی ابن زبیر سے ملاقات

طائف جلتے ہوئے مختار مکہ میں رہا اور طواف کعبہ کے موقع پر ابن زبیر سے ملاقات کی، ابن زبیر تپاک سے ملے اور کوفہ کا حال پوچھا، مختار نے کہا کہ کوفہ بظاہر نبو امیہ کے وفادار ہیں لیکن دل سے ان کے بداندیش ہیں، دورانِ جنگ میں مختار نے کہا: انتظار کیا ہے، ہاتھ لایتے بیعت کر لوں، اس کے لیے آپ مجھے خوش کر دیجئے گا (اشارہ ہے گورنری کوفہ کی طرف) حجاز پر قبضہ لیجئے، اہل حجاز سب آپ کے ساتھ ہیں، ابن زبیر مختار کی شرط پر اس کی تالیف کو تیار نہ ہوئے۔

مختار اپنے وطن طائف چلا گیا اور وہاں ایک سال تک رہا، اس زمانہ وہ اکثر ایک کاہن کی شان سے کہا کرتا: انا مہدیر الجبارین۔ میں جباروں پر باد کر کے رہوں گا! لگے سال وہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگا، آیا تو ابن زبیر سے قصد ملاقات نہیں کی اور مسجد کعبہ میں ان سے الگ نماز پڑھ کر بیٹھ گیا، کچھ نے شناسائی اور بعض معزز لوگ اس کے پاس آ بیٹھے، یہ دیکھ کر ابن زبیر نے اپنے ایک مشیر سے مختار کی بے التفاتی کی شکایت کی، مشیر نے اس شکایت مختار سے ذکر کیا تو اس نے کہا: میں پچھلے سال ان کے پاس آیا تھا اور اپنی بات پیش کی تھی لیکن ان کو اپنی طرف سے بے نیاز پایا، خدا کی قسم جتنے وہ بے محتاج ہیں اتنا میں ان کا محتاج نہیں، مشیر کی کوشش سے مختار ابن زبیر سے ملاقات کے لئے راضی ہو گیا، رات کو جب وہ ابن زبیر سے ملاقات کرنے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ان شرطوں پر آپ کی بیعت کر سکتا ہوں آپ اپنے ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیں، سب ملاقاتوں سے پہلے مجھے باریابی

کا موقع دیں، اور جب کامیاب ہو جائیں تو مجھے بہترین عہدہ پر فائز کریں،
کافی پس و پیش اور قبل و قال کے بعد ابن زبیر نے مختار کی شرطیں مان لیں اور
اس کی بیعت لے لی۔

مختار ابن زبیر کا دست راست ہو گیا اور خلیفہ شام یزید کی بغاوت
اور اس میں کامیاب ہونے کے منصوبے بڑے بڑے جوش سے مرتب کرنے لگا،
ایک عرصہ تک یزید کی بیعت کو ٹالتے رہنے کے بعد ابن زبیر نے اپنی خلافت
کے لئے جب پوری طرح زمین ہموار کر لی تو ۶۳۳ھ میں انھوں نے صاف صاف
بیعت کرنے سے انکار کر دیا، یزید نے ان کی سرکوبی کے لئے شام سے ایک فوج
بھیجی، ابن زبیر نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور خانہ کعبہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا، شام
کی فوج نے مکہ اور خانہ کعبہ کا محاصرہ کر لیا اور آگ و پتھر برسائے والی مشینیں قریب
کی پہاڑیوں پر نصب کر دیں، طرفین میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی، یوں تو
مختار نے ہر محرکہ میں شجاعت و جسارت کا مظاہرہ کیا لیکن جس دن خانہ کعبہ
میں آگ لگائی گئی اس دن وہ خصوصیت کے ساتھ بڑے سلیقہ اور سمجھ بوجھ
سے لڑا اور کئی موقعوں پر دشمن کے چھکے چھڑاتے، ابھی جنگ کا خون ڈرامہ
جاری تھا کہ چودہ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو یزید کا انتقال ہو گیا، یہ خبر پا کر اس کی
فوج نے تلواریں نیام میں رکھ لیں اور شام لوٹ گئی، ابن زبیر کی بیعت مکہ
اور مدینہ میں پہلے ہی ہو چکی تھی، اب بصرہ، کوفہ، جزیرہ اور شام کے اکثر علاقوں
میں بھی ہو گئی، خلیفہ ہو کر انھوں نے وفادار صوبوں اور ضلعوں میں اپنے افسر
مقرر کئے لیکن مختار کو کہیں کا گورنر نہیں بنایا، خلافت پا کر انھوں نے اپنے
اس مشیر کی رائے پر عمل کیا جس نے کہا تھا: اس وقت مختار کا دین خسریٰ لیجئے

(بیعت لے لیجئے) پھر جو مرضی ہو کیجئے گا۔ غالباً مختار کی لیاقت اور چالاکی نے ان کو اتنا مرغوب کر دیا تھا کہ وہ اسے عہدہ دیتے ڈرتے تھے کہیں وہ خلافت میں کوئی رخنہ نہ ڈال دے، پانچ ماہ تک مختار نے انتظار کیا اور اس دوران میں جو جو وفد کوفہ سے آتا اس سے وہاں کے حالات اور اہل کوفہ کے رجحانات دریافت کرتا، جب اُسے معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے عبید اللہ بن زیاد کے ڈپٹی عمرو بن حریشہ کو بغاوت کر کے نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص (عامر بن مسعود) کو گورنر بنایا ہے تو وہ جوش سے پکار اٹھا: میں ابو اسحاق ہوں! بس میں ہی کوفہ میں حکومت کر سکتا ہوں، اور کوئی نہیں کر سکتا!

مختار نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا، ابن زبیر نے اگرچہ اپنا وعدہ پورا نہیں کیا پھر بھی وہ ان سے نہ تو روٹھا، نہ لڑا اور نہ ان کی مخالفت ظاہر کی بلکہ ان کے دوست اور وفادار کے روپ میں ان سے رخصت ہوا، بعض مورخ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے نمائندہ اور مامور کی حیثیت سے گیا، یہ رائے پیش کرنے والے کہتے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر سے کہا: میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جنہیں اگر کوئی سمجھدار لیڈر مل جائے تو ان کے ذریعہ آپ کے واسطے ایک لشکر تیار کر سکتا ہوں جس سے آپ شام کے دشمن پر فتح پا سکتے ہیں، ابن زبیر نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں تو مختار نے کہا: کوفہ کے حامیان اہل بیت، ابن زبیر: وہ لیڈر تم ہی بن جاؤ۔

مختار نے تو قرشی تھا اور نہ کسی قبیلہ کا لیڈر، اس لئے اس کو عربوں سے مدد کی زیادہ امید نہ تھی، اور کوفہ کے عرب تو بالکل ناقابل اعتماد ثابت ہو چکے تھے، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین سے ان کی بے وفائی کی سزا

تاریخ اُس کے سامنے تھی، اُن میں سے اکثر محض درہم و دینار کے بندے تھے، عربوں کے بعد دوسرا طبقہ موالی اور غلاموں کا تھا، ان میں سے اکثر فارسی تھے اور حکومت کے موروثی ہونے کے قائل، اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام سے پہلے ان کے ملک میں بادشاہت ہمیشہ موروثی رہی تھی اور وہ خلافت کو بااگتھا پر قیاس کر کے اس کو بھی موروثی سمجھتے تھے، ان کی رائے میں خلافت رسول اللہ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ کی اولاد میں رہنی چاہئے تھی، اس کے علاوہ وہ حضرت علی سے خوش بھی رہے تھے، اور اہل بیت سے ان کو اجتماعی واقفیت انصاف کی دوسروں کی نسبت زیادہ امید تھی، عربوں کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی استبداد نے ان کی وفاداری پر کاری ضرب لگائی تھی اور وہ ایک اچھی دعوت کو ایک مہربان لیڈر کی قیادت میں اپنے خون سے سینچنے کو تیار تھے، مختار نے طے کر لیا کہ یہ دعوت انتقام اہل بیت کی دعوت ہوگی اور یہ لیڈر وہ خود ہوگا۔

مختار کی ابن حنفیہ سے ملاقات

کوفر روانہ ہونے سے پہلے وہ ابن حنفیہ سے ملا جو مکہ میں مقیم تھے، یہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے چھوٹے سوتیلے بھائی تھے، ان کی ماں سندھ کی ایک خاتون بتائی جاتی ہیں جو کنیز کے روپ میں حضرت علی کے قبضہ میں آگئی تھیں، حضرت حسن اور حسین کے بعد ابن حنفیہ خاندان علی کے چشم و چراغ تھے، یہ تو آپ پہلے پڑھ ہی چکے ہیں کہ ابن حنفیہ نے حضرت حسین کے ساتھ کوفہ جانے سے انکار کر دیا تھا، مختار نے ان الفاظ میں اپنا مشن ان کے سامنے پیش کیا: میں آپ کے عزیزوں کا انتقام لینے کو فہ جا رہا ہوں اور دشمنوں کو قتل

کر کے آپ کے لئے حکومت حاصل کروں گا، ابن حنفیہ بن کی حیران آنکھوں نے عثمان غنی، اور ان کے بعد حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کے زمانہ میں مسلمانوں کی باہمی آویزش اور جنگ و قتال کا خونی ڈرامہ دیکھا تھا، ہر اس کام سے بھاگتے جس سے مسلمانوں میں خون ریزی یا تفرقہ پڑنے کا احتمال ہوتا، چنانچہ انھوں نے مختار سے کہا: بلا شبہ یہ تو میری خواہش ہے کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارا خون بہانے والوں کو تباہ کرے لیکن میں جنگ یا خون ریزی کی اجازت نہیں دیتا، ہمارا انصاف کرنے کے لئے خدا کافی ہے، وہی ہماری مدد کرے گا، وہی ہمارا حق دلائے گا، وہی ہمارا انتقام لے گا، ”إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَنْصُرَنَا رَبُّنَا وَيُهْلِكَ مَنْ سَفَكَ دِمَاعَنَا وَلَسْتَ أَمْرٌ مَجْرُبٌ وَلَا إِرَاقَةٌ دَمٌ فَإِنَّهُ كَفَى بِاللَّهِ نَاصِرًا وَلِحَقْنَا آخِذًا وَبِدَمَانَا طَالِبًا“

کوفہ کی پارٹیاں

یزید کے انتقال اور ابن زُبیر کے اعلانِ خلافت سے اہل کوفہ کے حزبی میلانات میں اُبال آگیا، اس وقت وہاں چار قسم کے لوگ تھے: (۱) ابن زُبیر کے وفادار (۲) بنو اُمیہ کے ہوا خواہ جنہوں نے بظاہر ابن زُبیر کو خلیفہ مان لیا تھا لیکن دل میں اُن کی طرف سے شک اور عدم اعتماد تھا، (۳) حامیانِ اہل بیت جو سلیمان بن صُرَد کی قیادت میں شام پر چڑھائی کے لئے تیار پول میں مشغول تھے (۴) موالی اور غلام جو بظاہر اپنے اَقاؤں کے ساتھ تھے، لیکن دل سے ہر اس تحریک میں حصہ لینے کو تیار جو اُن کی اجتماعی لہتی اور معاشی بد حالی دور کرنے کی ضامن ہوتی۔

مختار کوفہ میں

ابن زبیر کے گورنر کوفہ (عبداللہ بن یزید) اور وزیر خراج (ابراہیم بن محمد بن طلحہ) شہر کے ہنگامہ خیز حالات پر قابو پانے میں ناکام ہوتے، ان کے بعد ابن مُطعم جنھوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اٹھا کر ابن زبیر کا اعتماد حاصل کر لیا تھا، گورنر ہو کر گئے، یہ نرم اور مرنجان و مرج آدمی تھے، کوفہ جیسے شہر میں جہاں وفاداریاں بڑی ہوتی تھیں، جہاں مذہبی لیڈروں کی گرفت سخت تھی، اور جہاں حزبی میلانات کا دھارا تند و تیز تھا، وہ حالات پر قابو نہ پاسکے۔

یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد شعبان ۶۴ھ میں مختار کوفہ روانہ ہوا، شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس نے غسل کیا، سر میں تیل ڈالا، عمدہ کپڑے زیب تن کئے، سر پر عمامہ باندھا اور کمر سے تلوار لٹکائی، اس طرح سجد و سج کر وہ جمعہ کے دن حامیان اہل بیت کے محلوں سے ہو کر وہ کوفہ میں آیا، جس جس شعی مسجد یا مجمع سے گذرتا، سب کو تپاک سے سلام کرتا اور کہتا: ”ہیں آپ کے لئے فتح، کامیابی اور فارغ البالی کا ثرہ لے کر آیا ہوں“، جب قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے محلوں میں پہنچا جو حامیان اہل بیت کی صفِ اول میں تھے، تو لوگوں سے ابن حنفیہ کا سلام کہا اور کامیابی کی بشارت دی، راستہ میں ایک عرب شاعر ابو عبیدہ بن عمرو ملا جو اہل بیت کا بڑا خیر خواہ تھا، یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ عربوں میں شاعر کی حیثیت آج کل کے پارٹی اخبار کی سی تھی، پروگینڈہ اور تالیفِ قلوب کے لئے شاعر کا شعر جادو کا اثر رکھتا تھا، مختار نے بڑے تپاک سے اس شاعر کو سلام کیا اور فتح و کامرانی کی بشارت دیتے ہوئے

کہا: تم ایسے عقیدہ پر ہو (یعنی محبت اہل بیت) جس کی بدولت خدا تمہارے سارے گناہ اور عیب معاف کر دے گا، آج رات تم اپنی مسجد والوں کو لے کر میرے گھر آنا، اس طرح مختار حامیان اہل بیت کے محلوں اور مسجدوں کا گشت لگانا، فتح و کامرانی کی بشارت دیتا اور رات کو ان دو لفظوں کی تفسیر و تعبیر سننے اپنے یہاں آنے کی دعوت دیتا بعد عصر گھر پہنچا۔

حامیا اہل بیت کے سامنے مختار کا اعلان

حامیان اہل بیت رات کو اس کے گھر جمع ہوئے، مختار نے پہلے شہر کے حالات دریافت کئے، اس کو بتایا گیا کہ حامیان اہل بیت نے سلیمان بن صرد کی قیادت میں عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے کے لئے خروج کا فیصلہ کیا ہے، اس وقت عبید اللہ بن زیاد شام سے چل کر کوفہ پر حملہ کرنے ایک بڑے لشکر کے ساتھ جزیرہ (میسوپوٹامیہ) پہنچ چکا تھا، یہ سن کر مختار نے اس طرح پانسہ پھینکا: صاحبو! وصی کے صاحبزادے مہدی محمد بن علی (ابن حنفیہ) نے مجھے آپ کے پاس اپنا امین، وزیر، اور افسر بنا کر بھیجا ہے مجھے ملحدوں (ابن زبیر کی طرف اشارہ) سے لڑنے، اہل بیت کا انتقام لینے اور کمزوروں کے حقوق کی نگرانی کا حکم دیا ہے، کمزوروں سے اس کی مراد خالص طور پر غلام و موالی ہیں جو عربوں کے جزیری کشاکش اور مذہبی و نفسانی مطالبات کا آلہ کار بنے ہوئے تھے اور جن سے محبت، رواداری اور مساوات کا برتاؤ کر کے مختار اپنی سیاسی اُمنگیں پوری کرنا چاہتا تھا، جہاں تک ہمیں معلوم ہے مختار سے پہلے کسی عرب حکمران نے موالی سے حسن سلوک کو اپنی سیاسی پالیسی کا نہ تو جزو بنا کر پیش کیا تھا، نہ اپنے سیاسی اقتدار کے حصول میں ان سے

ایسی مدد ملی تھی اور نہ اُن کے ساتھ ایسی عزت کا بڑا ڈاکیا تھا جیسا مختار نے کیا۔

اعلان کا اثر

مختار کے اس اعلان نے سلیمان بن صہرود کی تحریک پر ایک کاریگری لگائی، سلیمان اس بے وفائی اور شہمائی کے تلخ احساس کو مٹانے جو حضرت حسین کو بلا کر ان کی مدد نہ کرنے سے ان کے اور دوسرے حامیان اہل بیت کے دل میں پیدا ہوا تھا، اہل شام سے لڑنے جا رہے تھے، اس وقت مختار وحی کے صاحبزادے مہدی ابن الحنفیہ کے مامور اور نمائندہ کے روپ میں کوفہ کے افق پر نمودار ہوا، سلیمان کے مقابلہ میں مختار کی دعوت بہت زیادہ مستند، بہت زیادہ مقدس اور ہمہ گیر تھی، سلیمان کی دعوت شخصی تھی اور ایک عارضی جذبہ ندامت و انتقام کی مرہون، سلیمان کے پیروا کھڑے لگے، پہلے تین ہی دن میں دو ہزار حامیان اہل بیت مختار کے ساتھ ہو گئے۔ مختار نے بڑی فراست سے سلیمان کی پارٹی کو جس میں بارہ ہزار لوگ تھے توڑنا اور اپنا کیمپ بھرتا شروع کیا، وہ کہا کرتا: میں آپ کے پاس دلی امر، کان فضیلت، وحی الوہی اور امام مہدی کے پاس سے ایک ایسا فرمان لے کر آیا ہوں جس میں شفاء، کشفِ غطاء، قتل اعداء اور تمام نعمت ہے، سلیمان خدا ان پر اور ہم پر رحم کرے، نہایت بوڑھے، لاغر اور بوسیدہ ہو گئے ہیں، ان کو نہ انتظامی معاملات کا تجربہ ہے نہ جنگی تدبیر کا، وہ خود بھی ہلاک ہوں گے اور تم کو بھی تباہ کریں گے، اس کے برخلاف میں ایسے پروگرام پر عمل پیرا ہوں جو میرے سامنے واضح کر دیا گیا ہے جس پر عمل کر کے آپ کے دوست سر بلند ہوں گے، آپ کے دشمن سرنگوں، اور آپ کے دلوں کی آگ ٹھنڈی ہوگی، لہذا

میرا کہنا مانتے، میری اطاعت کیجئے، خوش رہیئے، اور ایک دوسرے کو کامرانی کے ثمرے سنائیئے، میں آپ کی آرزوؤں کا بہترین طریقہ پر کفیل ہوں۔ ” اِنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ مِنْ قَبْلِ وِلٰی الْاَمْرِ وَمَعْدِنِ الْفَضْلِ وَوَعٰی الْوَصٰی وَالْاَمَامِ الْمَهْدٰی بِاَمْرِ فِیْهِ الشِّفَاؤُ وَكُشْفُ الْغَطَاۓ وَقَتْلُ الْاَعْدَاۓ وَقِمَامُ النَّعَاۓ اِنَّ سَلِیْمَانَ بْنِ هُرَیْرَةَ یَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَاِیَّاهُ اِنَّمَا هُوَ عَشْمَةٌ مِنَ الْعَشْمِ وَحِفْشٌ بِاللِّیْسِ بِذٰی تَجْرِیۃٍ لِلاَمْرِ وِلَا لَهٗ عِلْمٌ بِالْحَرْبِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ فِیْقَتِلْ نَفْسَهٗ وَیَقْتَلْکُمْ اِنِّیْ اِنَّمَا اَعْمَلُ عَلٰی مِثَالِ قَدْ مِثْلِیْ وَاَمْرٌ قَدْ بَیِّنٌ لِّیْ فِیْهِ عِزٌّ لِّوَلِیِّکُمْ وَقَتْلُ عَدُوِّکُمْ وَشِفَاۓ صُدُوْرِکُمْ فَاسْمَعُوا مَنِیْ قَوْلِیْ وَاَطِیْعُوا اَمْرِیْ ثُمَّ الْبَشْرُ وَاوْتَبَا شُرَآءُ فَاَنْیٰ لَکُمْ بِکُلِّ مَا تَاْمَلُوْنَ خَیْرٌ زَعِیْمٌ“

مختار کی قوت، جمعیت اور دہاک بڑھتی گئی، سلیمان بن ہرود کا اقتدار گھٹتا گیا، اس کے باوجود سلیمان اپنے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہے، اور اہل شام سے لڑنے جانے کی تیاریاں مکمل کر لیں، اس میں شک نہیں کہ سلیمان کا دبوچنا مختار کے دماغ کو ایک بھاری بوجھ کی طرح دباتے ہوئے تھا لیکن اُس نے سلیمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جو ایسے موقع پر کوئی دوسرا اقتدار کا بھوکا عرب کر گزرتا، بلکہ حکمت عملی سے اپنی دعوت کی بنیاد استوار کرتا رہا، اُس نے طے کیا کہ سلیمان کا معاملہ ایک طرف ہونے سے پہلے وہ کوئی عملی قدم نہیں اٹھائے گا، اس کو یقین تھا کہ سلیمان کو ناکامی ہوگی اور ان کے بعد حامیان اہل بیت یک سوئی کے ساتھ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

سُلیمان بن صُرَد کا خروج

مختار کے کوثر آنے کے آٹھویں ماہ سُلیمان بن صُرَد حضرت حسین کا انتقام لینے اور ان سے بے وفائی کا کفارہ ادا کرنے روانہ ہوئے جمعہ ۵ ربیع الاول ۶۵ھ) سولہ ہزار شیعوں نے ان سے بیعت کر لی تھی، لیکن مختار کا جادو کچھ اس طرح چلا کہ روانگی کے وقت سُلیمان کے ساتھ صرف چار ہزار آدمی تھے، یہ

لے روانگی سے قبل سُلیمان بن صُرَد کے کئی اکابر نے ان کے سامنے ایک ایسا قضیہ پیش کیا

جس سے حامیان اہل بیت کے دلوں میں بد اطمینانی کی لہر دوڑ گئی، انھوں نے کہا کہ ہم حسین

کے خون کا بدلہ لینے جا رہے ہیں حالاں کہ ان کے سارے قاتل کوثر میں موجود ہیں یعنی بنو اُمیہ کے وہ

وقادار لیڈر جنھوں نے حضرت حسین سے جا کر مقابلہ کیا تھا، اس دلیل سے سُلیمان گھبرائے اور

اپنے مشیروں کی رائے مانگی، انھوں نے بھی اکابر کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ اگر ہم شامیوں

سے لڑنے گئے تو حسین کے قاتلوں میں صرف عبید اللہ بن زیاد سے انتقام لے سکیں گے، عبید اللہ

شام کے نئے خلیفہ مروان بن حکم کے جنرل کی حیثیت سے کوثر کی طرف بڑھا آ رہا تھا، سُلیمان نے

اپنے مشیروں کی رائے بھی مسترد کر دی اور عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے پر اڑے رہے، مجبور لوگ تیار

ہو گئے، اس موقع پر ابن زبیر کے گورنر کوثر ابن مطیع نے بھی اپنی سی پوری کوشش کی کہ سُلیمان کچھ دن

اور ٹھہر کر کوثر کی سرکاری فوجوں کے ساتھ شامیوں سے لڑنے جائیں، ابن مطیع نے کہا کہ شامی خطہ

مشترک ہے، ہم تھوڑے دن میں خوب تیار ہو کر اور تم کو بھی اچھی طرح مسلح کر کے فوج کشی کریں گے

سُلیمان نے یہ مشورہ بھی نہ مانا وہ حضرت حسین کی قبر کی طرف نکل کھڑے ہوئے، مگر بلا سے پہلے رات

کو منزل کی تو کئی ہزار فدائیان اہل بیت قرار ہو گئے، سُلیمان اور ان کے باقی ساتھی حضرت حسین کی قبر

پر آئے اور خوب روئے، گڑگڑائے، اپنے قصور پر نادم ہوئے اور توبہ کی، اس وجہ سے ان کو "توآمین" کہتے ہیں

ہیں، ایک دن رات گریہ و زاری کے بعد وہ عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے آگے بڑھ گئے، جزیرہ کی ایک

بستی میں الوردہ میں مقابلہ ہوا، سُلیمان اور ان کے اکثر سپاہی مارے گئے اور ایک مختصر سی جماعت بھاگ

یہ دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور حامیانِ اہل بیت کے محلوں میں اپنے امیجٹ اور منادی بھیجے جو لڑائی پر چلنے کے لئے اصرار کرتے اور یالثاراتِ الحسین یا الثاراتِ الحسین (چلو حسین کا بدلہ لینے) کے نعرے لگاتے۔ اسیوں اور نعروں سے مزید ایک ہزار آدمی آگئے، لیکن کوفہ کے مضافات سے نکلتے نکلتے بہت سے حامیانِ اہل بیت رات کو سلیمان کے کیمپ سے فرار ہو گئے اور مختار سے جا ملے۔

مختار کھپر قید میں

ابن زبیر کے گورنر کوفہ کو جب معلوم ہوا کہ مختار، ابن الحنفیہ کے نائب کے روپ میں کوفہ کے حامیانِ اہل بیت کو منظم کر کے سیاسی انقلاب کی تیاری کر رہا ہے تو وہ گھبر گیا، کو تو ال شہر اور شہر کے وفادار قبائلی لیڈروں نے جو مختار کی سرگرمیوں اور موالی و غلاموں میں اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوب واقف تھے گورنر کو بتایا کہ مختار نہایت خطرناک ہے، اس کی تحریک سلیمان بن صرد کی تحریک سے مختلف ہے اور اس کا آزاد رہنا امن عامہ اور کوفہ پر ابن زبیر کی حکومت کے لئے سخت مضر۔ مختار کو قید میں ڈال دیا گیا۔ قید میں جا کر مختار کی تحریک اور زیادہ پھلی پھولی، اس کے پانچ نائب جو اس کے آنے والے اقبال میں خوب چمکے، اس کی تحریک کی جڑیں جاتے اور اس کے لئے حامیانِ اہل بیت سے بیعت لیتے رہے، قید میں وہ نبی یا کاہن کی شان سے اکثر یہ الفاظ جو قرآن کے مسجع اسلوب میں ہوتے، اپنے ملاقاتیوں کا دل بڑھانے کے لئے کہا کرتا:

”قسم ہے سمندروں، کھجور اور درختوں، بیابانوں اور ویرانوں، صالح

قرشتوں اور برگزیدہ نبیوں کے رب کی، میں ہر لکھنوار نیزہ اور ہندی تلوار
 سے مسلح، تجربہ کار اور صلح انصار اہل بیت کے لشکروں کی مدد سے ہر جبار
 کو قتل کر دوں گا، اور جب دین کے ستون کو سیدھا اور مسلمانوں کی پرانہ
 حالی کو دور کر لوں گا، اور انبیاء کا انتقام لے لوں گا تب نہ زوال دنیا کا مجھے
 افسوس ہوگا اور نہ میں مرنے سے ڈروں گا: "أما ورب البحار والغيل
 والأشجار والمهامه والقفار والملائكة الأبرار والمصطفين الأخيار
 لا أقتلن كل جبار بكل لذن خطار وهند بتار في جموع من الأنصار
 ليسوا بميل أغمار ولا بعزل أشرا حتى إذا أقمت عمود الدين ورأيت
 شعب صدع المسلمين وشفيت غليل صدور المؤمنين وأدركت
 بتار النبيين، لم يكبر على زوال الدنيا ولم أحفل بالموت إذا أتى"

مختار کی رہائی

سلیمان بن صرد کے ہزیمت خوردہ سپاہی جب کوفہ پہنچے تو مختار
 نے ان کو ملامت کرنے کی بجائے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس میں ان کی
 بڑی تعریف کی اور ان کے مجاہدانہ جوش کو سراہا، خط کے آخر میں یہ الفاظ تھے:
 اگر میں باہر آ جاؤں تو تمہارے دشمنوں پر خدا کے حکم سے شرق و غرب میں تلوار
 سونت لوں گا اور ان کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا: "خط پڑھ کر یہ لوگ خوش
 ہوئے، مختار کی بیعت کر لی اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم زبردستی آپ
 کو قید سے نکال لے جائیں، مختار کی معاملہ فہمی اور احتیاط پسندی نے اس
 کی اجازت نہ دی، اور اس نے یہ کہلا بھیجا: "آپ لوگ فکر نہ کریں، میں عنقریب
 رہا ہو جاؤں گا، پھر اس نے اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کو بذریعہ خط اپنی مظلومی

کی اطلاع دی اور لکھا کہ گورنر کو فرسے میری سفارش کر کے مجھے قید سے چھڑا لیجئے،
 عبداللہ بن عمر ان معدودے چند اکابر قریش میں تھے جو خلافت و حکومت کی اہلیت
 کے باوجود مسلمانوں کی خوب ریزی اور باہمی نزاع سے بچنے کی خاطر سیاست سے
 کنارہ کش ہو گئے تھے، اس لئے ارباب حکومت ان کی عزت کرتے اور ان کی
 بات مانتے تھے، انہوں نے گورنر کو فرسے کو ایک سفارشی خط لکھ دیا، اس نے دس
 اکابر شہر کی مختار کی طرف سے ضمانت لی اور مختار سے ایک حلف لے کر کہ وہ کوئی
 باغیانہ یا انقلابی کارروائی نہیں کرے گا، اس کو رہا کر دیا۔ حلف نامہ کا مضمون
 یہ تھا: میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں،
 جو بڑا مہربان ہے اور جس پر ہر چھپی اور ظاہر بات روشن ہے کہ جب تک گورنر اور
 وزیر خراج برسر اقتدار ہیں میں ان کو نہ تو کوئی نقصان پہنچاؤں گا اور نہ بغاوت
 کروں گا، اگر میں ایسا کروں تو بطور تاوان ہزار جانور کعبہ کے دروازہ پر مجھے ذبح
 کرنا پڑیں گے اور میرے سارے غلام اور کنیزیں آزاد ہو جائیں گی۔

ایمانت کے عہد سے انکار

رہائی کے بعد مختار نے کسی سے کہا: خدا ان کو غارت کرے، اگر یہ سمجھتے
 ہوں کہ میں ان کے عہد ضمانت کو پورا کروں گا تو ان سے بڑا گدھا کوئی نہیں،
 رہا حلف تو میرا فرض ہے کہ دیکھوں کہ جس بات کی میں نے قسم کھائی ہے اس
 کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا کچھ بہتر کام کروں اور قسم کا کفارہ ادا کروں، موجودہ حالاً
 میں یہی مناسب ہے کہ ان کے خلاف بغاوت کی جائے اور قسم کا کفارہ ادا
 کر دیا جائے، در کعبہ پر ہزار راہیں ذبح کرنا میرے لئے کھو گئے سے زیادہ آسان

ہے اور رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو بخدا میری ولی تمنا ہے کہ اگر میری اسکیم کامیاب ہو جائے تو کبھی غلام نہ رکھوں۔“

رسوخ و اثر میں اضافہ

دوسری بار اہل بیت کی محبت میں قید جا کر مختار کا رسوخ و اثر خوب بڑھ گیا، حامیان اہل بیت پر یہ بات اچھی طرح آشکارا ہو گئی کہ وہ آزمائش جن میں پڑ کر ان کے دوسرے بہت سے سرگروہ اپنی وفاداریوں کو خیر باد کہہ دیا کرتے تھے، مختار کے عزم کو نہ تو توڑ سکیں اور نہ اہل بیت کے ساتھ اس کی وفاداری کو مضحل کر سکیں، اس کے علاوہ لوگوں کو اس میں رعونت اور امانت بھی نظر نہ آئی جو خاندانی عربوں کی بڑی خصوصیت تھی، وہ سب کے ساتھ عرب ہو یا غیر عرب، کچھ تو طبعاً لیکن بیشتر مصلحتاً تپاک و رواداری سے پیش آتا تھا، حامیان اہل بیت کی تعداد جن میں موالی کا تناسب بہت تھا، تیزی سے بڑھنے لگی۔

کوفہ میں نیا گورنر

ابن زبیر کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انھوں نے موجودہ گورنر کو نااہل خیال کر کے مع وزیر خراج کے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع کو جنہوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت منظم کرنے میں سب سے اہم حصہ لیا تھا، اور جن کی کارکردگی پر ان کو بڑا بھروسہ تھا، گورنر مقرر کیا، کوفہ سے چلتے وقت وزیر خراج نے جو صحابی طلحہ کے پوتے تھے خزانہ کا کافی روپیہ اڑالیا۔

نئے گورنر کی تفریر پر نکتہ چینی

ابن مطیع ۶۵ھ کا رمضان ختم ہونے سے پانچ دن پہلے کو فہ پہنچے، ان کی پہلی تقریر سُننے حامیان اہل بیت بھی آئے، مختار کے بعض ذی اثر ساتھیوں نے ابن مطیع کی تقریر کے ایسے حصوں پر جو ان کے نقطہ نظر سے مختلف تھے خوب نکتہ چینی کی بلکہ ان پر گستاخانہ طریقے پر آوازے کسے، ابن مطیع صلح جو آدمی تھے، ان کی بد قسمتی تھی کہ ان کو ایسے باغیانہ ماحول میں حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا جہاں تجاج کا ساتھ ضروری تھا، انہوں نے سمجھا بجھا کر نکتہ چینیوں کو مطمئن کر دیا، وہ فاتحانہ جوش سے لوٹ گئے اور نئے گورنر کی کمزوری سب پر عیاں کرنے لگے، ابن مطیع نے ایک لایق عرب کو شہر کا کو تو الی مقرر کیا جو خوب چوکنار رہتا اور پولیس کے ساتھ شہر میں گشت کیا کرتا۔

کو فہ پر قبضہ کی تیاری

مختار کو فہ پر قبضہ کرنے کی جارحانہ تیاری کرنے لگا، یہ طے پایا کہ ۶۶ھ کے محرم میں یعنی نئے گورنر کی آمد کے چوتھے ماہ بغاوت کی جائے، موالی اور پامال جفاغلاموں کا وہ مرتی اعظم بن گیا، اپنی چرب زبانی، حسن سلوک، اور اہل بیت کی محبت کے دعوؤں سے اس نے ان کا دل موہ لیا، موالی میں بہت سے لوگ ساسانی کیولری اور حاکم طبقہ کے تھے جو آساورہ اور فرارہ کہلاتے تھے، یہ لوگ ۱۲ھ سے ۱۹ھ تک کی فتوحات میں گرتے ہوئے ایرانی اقبال کی زد میں آکر مسلمان ہو گئے تھے اور خود کو ان قبیلوں سے صنم کر لیا تھا جو رسول اللہ سے قریب تھے، یہ قبیلے جنگ کے موقع پر ان سے مدد لینے

تھے، لیکن مالِ غنیمت سے اس بنا پر ان کو محروم رکھتے کہ یہ ان کے آزاد کردہ (مولی) تھے، حکومت کے محاصل میں بھی ان کا کوئی حصہ نہ تھا، اس وجہ سے یہ لوگ عربوں کی باہم قبائلی یا سیاسی جنگوں میں شرکت سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر مجبوراً لڑتے بھی تو لگن سے نہ لڑتے، مختار پہلا شخص تھا جس نے اس امتیاز کو مٹایا، مولیٰ کو اپنا معتمد بنایا، مالِ غنیمت اور محاصل حکومت میں ان کو عربوں کی طرح مساویانہ حقوق دینے کا وعدہ کیا اور دوسری طرف اہل بیت کے ایک جاں نثار کارکن کی حیثیت سے ان کی وفاداری بھی حاصل کی۔ مصنف اخبار الطوال لکھتا ہے: مختار بن ابی عبید رہائی کے بعد حامیان اہل بیت سے ملتا پھرتا اور وہ اس کے پاس آتے جاتے رہتے، وہ ان کو بغاوت کرنے اور حضرت حسین کا انتقام لینے پر اکساتا تھا، بہت سے لوگوں نے اس کی دعوت مان لی، ان میں اکثریت یمنی قبیلہ ہمدان اور فارسی نسل کے لوگوں کی تھی جن کو عرب حمراء (سرخ رنگ) کہتے تھے اور جن کے بیس ہزار جوان کوفہ میں آباد تھے۔

قید سے بچنے کا بہانہ

مختار کی سرگرمیاں باوجود احتیاط کے نہ چھپ سکیں، کو تو ال شہرے کئی بار اس کی مسلح تیاریوں کی گورنر سے شکایت کی، لیکن وہ یہ کہہ کر ٹالتا کہ جب تک بغاوت کھل نہ جائے میں محض شک پر کوئی تعزیری کارروائی نہیں کروں گا، حکومت کے وفادار اکابر نے حالات کی ابتری پر تشویش کا اظہار کیا اور مختار کو قید کرنے کا مشورہ دیا، گورنر نے مختار کے چچا زاد بھائی زبیر

بن قدامہ کی معرفت اس کو نظر بند کرنے کے ارادہ سے بلایا، زائدہ کو یہ بات معلوم تھی، اس نے جا کر مختار کو گورنر کا پیغام دیا، مختار جانے کی تیاری میں مشغول تھا کہ زائدہ نے قرآن کی ایک آیت تلاوت کی جس سے مختار خطرہ ناز گیا اور کپڑے اتار کر بیماریوں کی کسی شکل بنا کر چار پائی پر لیٹ گیا، رضائی منگوائی اور بولا: معلوم ہوتا ہے مجھے بخارا آئے گا، سارے جسم میں کسکی پی ہو رہی ہے، زائدہ نے واپس جا کر گورنر کو بتایا کہ مختار بیمار ہے، گورنر نے یقین کیا اور مختار کی طرف سے غافل ہو گیا۔

ابن حنفیہ سے مختار کے بارے میں تحقیقات

مختار جب بغاوت کے انتظامات مکمل کر رہا تھا تو اس کے چند ساتھیوں کو اس بات پر شک ہوا کہ وہ ابن حنفیہ کی طرف سے مامور ہے، لہذا وہ ایک وفد کے ساتھ تحقیق حال کے لئے ابن حنفیہ کے پاس مکہ پہنچے اور کہا: مختار آپ کے مامور ہونے کے مدعی ہیں اور ان چار امور کی دعوت دے رہے ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت نبی (۳) اہل بیت کا بدلہ
(۴) کمزوروں کی حمایت

ہم نے ان کی بیعت تو کر لی لیکن مناسب معلوم ہوا کہ آپ سے مل کر ان کی صداقت کی توثیق کر لیں، اگر آپ کا حکم ہو تو ان کی اطاعت کریں ورنہ کتارہ کش ہو جائیں، ابن حنفیہ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ جس کے ذریعہ چاہے خدا دشمنوں سے ہمارا انتقام لے، ان مبہم الفاظ سے وفد نے نتیجہ نکالا کہ مختار کو ابن حنفیہ کی تائید حاصل ہے۔

وقد کی رپورٹ اور اس کا اثر

مختار کو جب تحقیقاتی وفد کا علم ہوا تو وہ گھبرایا کہیں ابن حنفیہ ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے اس کی تحریک کو نقصان پہنچے، وفد کو ذرا کرسیدھا مختار کے پاس گیا اور کہا کہ ابن حنفیہ نے ہمیں آپ کے ساتھ تعاون کا حکم دیا ہے، یہ مژدہ سن کر مختار فانتحانہ پکار اٹھا: اللہ اکبر میں ہوں ابواسحاق! حامیان اہل بیت کو میرے پاس بلاؤ، جب لوگ جمع ہوئے تو مختار نے الہامی سنجیدگی سے پر شکوہ مسجع الفاظ میں یہ تقریر کی: اہل بیت کے حامیو! آپ میں سے کچھ لوگ میری سچائی کی توثیق کرنے امام مہدی، نجیب مرتضیٰ، نبی مجتبیٰ کے بعد بہترین شخص کے صاحبزادے (ابن حنفیہ) کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے میری تحریک کی تصدیق چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ان کا وزیر، معاون، سفیر اور مخلص ہی خواہ ہوں، انہوں نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ان سفاکوں سے لڑنے اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے میں میری پوری طرح اطاعت کریں: تقریر کے بعد وفد کے لیڈر عبدالرحمن بن شریح کندی نے ابن حنفیہ کے مذکورہ مبہم الفاظ کی اس طرح توضیح کی: اے حامیان اہل بیت، ہم نے مناسب سمجھا کہ خاص طور پر اپنے اور عام طور پر دوسرے مسلمانوں کے اطمینان کے لئے مختار کے بارے میں تحقیق کریں، ہم امام مہدی کے پاس گئے اور موجودہ حکومت سے اپنی لڑائی اور مختار کی دعوت کے بارے میں ان سے رائے لی تو انہوں نے مختار کی مدد اور ان کی بے چون و چرا اطاعت کا حکم دیا، ہم خوش خوش الشراح قلب کے

ساتھ لوٹ آئے ہیں، اب ہمارے دل میں نہ شک ہے نہ شبہ، دشمن سے لڑائی کے بارے میں ہم کو اطمینانِ قلب حاصل ہو گیا ہے، جو لوگ موجود ہیں امام کے اس پیغام کو دوسروں تک پہنچادیں اور جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔“

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جب مختار، ابن حنفیہ سے ملا تھا اور کوفہ جا کر انتقام اہل بیت نیزان کے لئے حکومت کی ہم چلانے کی اجازت مانگی تھی تو انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے: یہ تو میری خواہش ضرور ہے کہ خدا ہمیں سر بلندی عطا کرے اور ہمارے قاتلوں کو تباہ کرے لیکن میں لڑائی یا خون ریزی کا حکم نہیں دیتا، خدا ہی ہمیں سر بلندی عطا کرے گا، وہی ہمارا حق دلاتے گا، وہی ہمارے خون کا بدلہ لے گا، ابن حنفیہ کی اس رائے نیز ان کی صلح پسندی اور جنگ و قتال سے عام تنفر کے پیش نظر ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے وہ الفاظ نہیں کہے جو وفد نے ان کی طرف منسوب کئے۔

سطور بالا لکھنے کے بعد میں طبقات ابن سعد میں ایک روایت ملی جس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، اس روایت کے مطابق تحقیقاتی وفد کی باتیں سن کر ابن حنفیہ نے یہ جواب دیا تھا:-

”جیسا کہ آپ لوگ واقف ہیں ہم آزمائشوں میں صبر سے کام لے رہے ہیں، میری یہ خواہش ضرور ہے کہ خدا جس کے ذریعہ چاہے ہمارا انتقام لے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان تک کی جان ناحق لے کر دنیا کی حکومت حاصل کروں، لہذا آپ لوگ اقرار پر دازوں سے بچتے رہتے اور خیال رکھتے کہ کہیں آپ کی روح یا آپ کا دین ان کے دھوکوں سے غارت نہ ہو جائے۔“

بہر حال وفد کی رپورٹ نے مختار کی تحریک کی بنیادیں خوب مضبوط کر دیں، یہ بات ٹبرسن ہو گئی کہ وہ حضرت علی کے صاحبزادے کا نائب اور مامور ہے اور اس کی دعوت بلکہ ساری سرگرمیاں ابن حنفیہ کے حکم اور نائید سے ہیں، اہل بیت سے عقیدت رکھنے والے بہت سے غیر شیعہ معزز اور پڑھے لکھے لوگ جو اب تک متحرف یا متردد تھے وفد کی شہادت کے بعد مختار کے پیرو ہو گئے۔

امام شعی مختار کی تحریک میں

یہاں یہ بتادینا قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ پہلی صدی ہجری کے مشہور محدث، مورخ، فقیہ اور جج امام شعی بھی مختار کی تحریک میں شریک تھے، غالباً ان ہی جیسے فقہاء کے اصرار کا نتیجہ تھا کہ مختار کی دعوت جس کے شروع شروع میں یہ دو بنیادی اصول تھے: (۱) انتقام اہل بیت اور (۲) موالی و غلاموں سے حسن سلوک، اب چار اصولوں پر قائم کی گئی جن میں یہ دو نئے تھے: (۱) کتاب اللہ اور (۲) سنت نبی، یہ اضافہ دعوت کو زیادہ ہمہ گیر اور مستند بنانے کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔

ایراہیم بن اشتر کو رام کرنے کی کوشش

کوفہ کے اکثر شیعہ اکابر مختار کے مطیع ہو چکے تھے، صرف ایک معزز آدمی باقی رہ گیا تھا جس نے اس کی بیعت نہیں کی تھی، یہ تھا ایراہیم، اس کے والد اشتر ایک قبائلی لیڈر تھے جنہوں نے عراق و ایران کی ابتدائی فتوحات میں نمایاں خدمت انجام دی تھی اور کلمہ میں جب کوفہ آباد ہوا تو دوسرے

فاتحین کے ساتھ وہاں آباد ہو گئے تھے، اشتر کی امانیت کو ان کی ممتاز خدمت،
 خاندانی وجاہت اور عبادت و قرآن خوانی نے بہت بڑھا دیا تھا، عثمان غنی
 کے خلاف کوفہ میں شورش برپا کرنے اور پھر ان کے محاصرہ اور قتل میں انہوں نے
 نمایاں حصہ لیا تھا، حضرت علی کے دورِ خلافت میں ان کو بہت عروج حاصل
 ہوا، وہ ان کے بہترین جنرل تھے، حضرت علی کے پونے پانچ سالہ خلافت
 کے زمانہ میں اشتر اور ان کا قبیلہ کوفہ کے دوسرے قبائل میں خاص عزت و وقار
 کا مالک تھا، اس وجہ سے اشتر کا خاندان اہل بیت سے عقیدت رکھتا تھا،
 اشتر کا لڑکا ابراہیم نہایت جری نوجوان تھا، اور اس کا دل اپنے باپ کی طرح
 انگلوں سے معمور تھا، وہ خود کو مختار سے بڑا اور بہتر سمجھتا تھا، اس لئے اس
 کے ساتھ ماتحت بن کر کام کرنے میں چاہے وہ اہل بیت کے واسطے ہی کیوں
 نہ ہو، اس کو عار محسوس ہوتی تھی۔

اب جب کہ بغاوت کا وقت قریب آگیا تھا مختار کے مشیروں نے ابراہیم
 کو ساتھ ملانے کا اسے مشورہ دیا، انہوں نے کہا کہ ابراہیم اہل بیت کے ایک
 جاں نثار کا لڑکا ہی نہیں بلکہ ایک معزز اور بڑے گھرانے کا چشم و چراغ بھی ہے،
 وہ ہمارے ساتھ شریک ہو گیا تو ہمارے ہاتھ بہت مضبوط ہو جائیں گے، مختار
 نے ایک وفد جس میں عامیان اہل بیت کے متعدد مذہبی لیڈر بھی شامل تھے،
 ابراہیم کے پاس بھیجا، امام شعبی اور ان کے والد شریحیل بھی وفد میں موجود تھے،
 وفد کے لیڈر زید بن انس نے رجوع میں مختار کا کمانڈر ان چیف بنا کر ابراہیم کے
 سامنے یہ تقریر کی: ”ہم آپ کے سامنے ایک دعوت پیش کرنے آئے ہیں جسے
 اگر آپ نے قبول کر لیا تو آپ کو بہت فائدہ ہوگا اور اگر آپ نے رد کر دیا تو ہم
 سمجھیں گے کہ ہم نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، اس صورت میں ہم چاہیں گے کہ

آپ ہماری دعوت کو پوشیدہ رکھیں۔“ بات کاٹ کر ابراہیم نے تمکنت سے کہا: ”میں ان لوگوں میں نہیں جو دھوکہ دے کر یا جعلی کھا کر یا شاہی تقرب کی خاطر غیبت کر کے اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں، ایسے لوگ کہنے، ذلیل اور کم بہت ہوتے ہیں، یزید نے پھر تقریر شروع کی: ہم آپ کا ایک ایسی تحریک میں تعاون چاہتے ہیں جسے سارے حامیان اہل بیت نے بالاتفاق مان لیا ہے، اس تحریک کے بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت نبی (۳) اہل بیت کا بدلہ (۴) زبیر لوں سے جنگ (۵) کمزوروں کی حمایت۔

یزید کے بعد مختار کے دوسرے کمانڈر احرمن شمیٹ نے کہا: میں آپ کا خیر خواہ اور آپ کی خوش نصیبی کا متمنی ہوں، آپ کے والد جب ہلاک ہوئے تو معزز سردار تھے (حضرت علی غے انھیں مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، سرحد مصر پر انھوں نے مسموم شربت پیا جس سے ان کی موت واقع ہوئی) اور آپ خدا کا حق ادا کر کے ان کے لائق فرزند بن سکتے ہیں، ہماری دعوت اگر آپ نے مان لی تو آپ کو وہی عزت و وجاہت حاصل ہوگی جو آپ کے والد ماجد کو حاصل تھی، اور وہی اقتدار آپ کو نصیب ہوگا جس سے وہ سر بلند تھے اور جوان کے ساتھ رخصت بھی ہو گیا، ذرا سی کوشش کر کے آپ وہ مرتبہ اور جلیل منصب پاسکتے ہیں جس کے بعد کوئی مرتبہ اور منصب نہیں، جس کی بنیاد آپ کے والد صاحب رکھ چکے ہیں، احرمن شمیٹ کی تقریر سن کر ابراہیم سوچنے لگا کہ کیا کرے، شعبی کے علاوہ سارے وفد نے ابراہیم کو ہموار کرنے کے لئے لطائف الجیل سے کام لیا، ابراہیم نے کہا: اہل بیت اور انتقام حسین کی تحریک میں

اس شرط پر شریک ہو سکتا ہوں کہ اس کی قیادت میرے ہاتھ میں ہو، اعیانِ وفد: آپ کی اہمیت مسلم، لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کیوں کہ ہندی نے مختار کو لڑائی کی کمان سونپ دی ہے، اور تمہیں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے، ابراہیم کی رعوت جھکنے کے لئے تیار نہ ہوئی، وہ خاموش ہو گیا، وفد نامراد مختار کے پاس لوٹ آیا، مختار نے ابراہیم کو رام کرنے کی تدبیر سوچ نکالی۔

جسلی خط

تین دن ٹھہر کر مختار دس بارہ مقرب ساتھیوں کے ساتھ جن میں امامِ شعبی بھی تھے ابراہیم سے ملنے اُس کے گھر گیا، ابراہیم نے آؤ بھگت کی سب کے لئے غایب ڈلے اور مختار کو اپنے قالین پر بٹھایا، مختار نے کہا: امیر المؤمنین و عی کے صاحبزادے ہندی (ابن حنفیہ) نے جن سے بہتر آج روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں اور آج سے پہلے جن کے والد بزرگوار انبیاء کے بعد سب سے بہتر تھے آپ کو یہ خط بھیجا ہے اور آپ سے ہماری مدد اور ہمارے ساتھ تعاون کا مطالبہ کیا ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو شاد کام ہوں گے، نہیں تو یہ خط آپ کے خلاف حجت ہو گا اور خدا ہندی اور ان کے جان نثاروں کو آپ کی مدد سے بے نیاز کر دے گا، مختار نے گھر سے چلتے وقت ایک خط شعبی کو دیا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ اس کو ابن حنفیہ نے ابراہیم کے لئے بھیجا ہے، خط شعبی کے حوالہ کرنے کا مقصد اس کی ثقاہت بڑھانا تھا کیوں کہ شعبی شہر کے بڑے عالمِ دین، محدث اور فقیہ ہونے کی وجہ سے ثقہ اور عادل خیال کئے جاتے تھے، شعبی سے خط لے کر ابراہیم نے اس کی ہر توڑی، خط میں لکھا تھا: بسم اللہ

الرحمن الرحیم، محمد ہدی کی طرف سے ابراہیم بن اشتر کو سلام علیک، میں نے تمہارے پاس اپنا وزیر، معتمد اور خاص الخاص آدمی بھیجا ہے اور اس کو اپنے دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے، اور اپنے عزیزوں کے خون کا انتقام لینے کی تاکید کی ہے، تم، تمہارا خاندان اور جس جس پر تمہارا اثر مہول کر اس کی مدد کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ، تم نے اگر میری مدد کی اور میرے نمائندے کے ساتھ تعاون کیا، تو میں تمہاری خدمت کی قدر کروں گا، تمام فوجوں کی کمان تم کو دے دی جائے گی، اور کوفہ سے لے کر شام کی آخر حد تک جس شہر، منبر اور سرحدی علاقہ پر تم غالب ہو گے بطور انعام تم کو دے دیا جائے گا، اگر تم نے مطلوبہ خدمت کی تو خدا کے ہاں بڑی سزائی حاصل کرو گے ورنہ بری طرح ہلاک ہو گے بلکہ ابراہیم کی تشنگی اقتدار کی تسکین کا خط میں پورا سامان موجود تھا، وہ تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہو گیا، لیکن اس کے دل میں ایک غلش تھی جس کو وہ دور کرنا چاہتا تھا، خط پڑھ کر اس نے کہا: ابن حنیفہ سے میری خط و کتابت ہے، وہ ہمیشہ اپنے اور اپنے والد کے نام سے خط شروع کرتے ہیں۔ پھر اس خط میں انہوں نے ہدی ابن امیر المؤمنین وصی کیوں لکھا ہے؟ تمہارا وہ زمانہ اور تھا، یاد رہے، ابراہیم کو تشفی نہ ہوئی، شاید وہ انتقام اہل بیت کے موضوع پر ابن حنیفہ سے خود خط و کتابت کر چکا تھا اور انہوں نے انتقام کے لئے جنگ و قتال کی تائید نہیں کی تھی، اس نے کہا: اس بات کا کیا ثبوت کہ یہ خط ابن حنیفہ کا ہے؟ اس پر تمہارے سارے ساتھیوں نے جو بقول شعبی شہر کے علمائے قرآن (قرءاء) اور دیندار اکابر پر مشتمل تھے شہادت دی کہ خط ابن حنیفہ نے ہی تحریر کیا ہے، ان بھاری بھکم شہادتوں نے بالآخر ابراہیم کو مدعو

کر ہی ڈالا، وہ وسطِ قالمین سے اٹھا اور مختار کو وہاں لا کر بیٹھایا، پھر اس کی بیعت کی اور شربت وغیرہ سے مہمانوں کی خاطر کر کے اُن کو رخصت کیا۔

خط کے بارے میں شعی کا بیان

یہ خط مختار نے خود گڑھا تھا، ابو حنیفہ دینوری نے اس پر امام شعی کی زبانی یہ روشنی ڈالی ہے: - ”جب وذاہرہ اسم کے پاس سے ناکام لڑا تو مختار نے اپنے بعض مقربوں کو بلایا، میں (شعی) بھی ان میں تھا، ہم لوگ آئے تو ہم نے مختار کے ہاتھ میں ایک خط دیکھا جس پر سید کی مہر لگی تھی، سید سفید سفید چمک رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات میں مہر لگائی گئی ہے، ابو اسم کے رام ہونے کے بعد میرے دل میں ان لوگوں کی طرف سے شبہ پیدا ہوا جنہوں نے اُس کے سامنے شہادت دی تھی کہ ہم نے خود ابن حنیفہ کو خط تحریر کرتے دیکھا تھا، میں تحقیق حال کے لئے اُن سے ہر شخص کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ آیا اس نے اپنی آنکھ سے ابن حنیفہ کو وہ خط لکھتے دیکھا تھا اور ہر شخص نے اس کا اقرار کیا، میری تشفی نہ ہوئی اور میں نے دل میں کہا کہ ابو عمرہ کیسان (رازدار مختار) ہی سے صحیح بات معلوم ہو سکتی ہے، میں اس کے گھر گیا اور کہا: حکومت سے بغاوت کا خیال کر کے میرا دل ہلنے لگتا ہے، اگر کوئی لوگ ہم پر ٹوٹ پڑے تو ہمارا کیا حال ہوگا، کیا تم نے واقعی محمد بن حنیفہ کو وہ خط لکھتے ہوئے دیکھا تھا؟ کیسان نے کہا: نہیں، لیکن ابو اسحاق مختار کو ہم سچا سمجھتے ہیں! خدا کی قسم اس وقت مجھے مختار کے بہرہ و پے کا یقین ہو گیا، میں حجاز بھاگ گیا اور مختار کی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوا! شعی کی یہ آخری تصریح حیرت ناک ہے کیوں کہ تاریخ الامم

اور انساب الاشراف کے اکثر راوی ان کو مختار کی آنے والی جنگوں میں شریک ہونا اور متعدد واقعات نقل کرتا دکھاتے ہیں۔

ابراہیم انتقامی تحریک میں

ابراہیم بن اشتر میں مختار کو قوت کا ایک آہنی ستون مل گیا، وہ ایک نڈر شہسوار تھا، جس کی رگوں میں خاندانی عظمت و وجاہت کا خون جوش ماہر ہاتھ تھا، جس کا دل ہر خاندانی عرب کی طرح آباء و اجداد سے بڑھ چڑھ کر کارہائے نمایاں کرنے کے لئے بے چین تھا، جیسا کہ توقع تھی اس نے اپنے عزیزوں، ہم نسابوں اور دوست احباب کو مختار کی انتقامی تحریک میں داخل کر لیا اور ہر روز حسب قرار داد ٹھوڑی دیر کے لئے انقلابی اسکیموں میں حصہ لینے مختار کے پاس جانے لگا۔

بارہ ہزار کوفیوں نے مختار کی بیعت کر لی، چودہ ربیع الاول ۶۶ھ میں گورنر ابن مطیع کی آمد کے چھٹے ماہ (جمرات کی رات کو بغاوت کر کے کوفہ پر قبضہ کرنے کی قرار داد طے ہوئی) کوفہ کی کل آبادی پندرہ سال پہلے زیاد بن ابیہ کے زمانہ میں (۶۵ھ تا ۶۶ھ) ایک لاکھ چالیس ہزار تھی جس میں لائق جنگ، بالغ اور تندرست مردوں کی تعداد جو باقاعدہ حکومت سے تنخواہ پانے اور جن کو وقت ضرورت لام پر جانا پڑتا، ساٹھ ہزار تھی، باقی عورتیں، بوڑھے، بچے تھے جن میں ایک بڑا تناسب غلاموں، موالی اور کینڑوں کا تھا، مختار کے متبعین کو چھوڑ کر لائق جنگ آبادی کا ایک حصہ اپنے اکابر کی قیادت میں گورنر کوفہ ابن مطیع کا وفادار تھا اور دوسرا بنو امیہ کا، بنو امیہ کے ہوا خواہوں میں کچھ متذہب

تھے اور کچھ غیر جانب دار۔

کوٹوال شہر کا قتل

گورنر نے پہلے احتجاج سے کام لیا، مختار، ابراہیم، اور دوسرے رضا کاروں
اہل بیت کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں پر نظر رکھی، لیکن جس جوش اور تیزی سے
انقلابی تیاریاں ہو رہی تھیں اس کا احتجاج اور آشتی سے مقابلہ ناممکن تھا، ابراہیم
اپنے سات سو مسلح سواروں کے (جو بظاہر غیر مسلح تھے) دستے لئے بدھ کی رات
کو مختار کے گھر جا رہا تھا کہ راستہ میں کوٹوال شہر فوجی پولیس کے ساتھ گشت کر رہا ملا،
کوٹوال نے گورنر کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ مختار آج کل میں خروج کرنے والا
ہے، اُس نے ابراہیم کو روک کر کہا: تمہارے ساتھ یہ سوار کیسے؟ تم روز رات
کو اس طرح نکلے ہو، معلوم ہوتا ہے تم قساد برپا کرنا چاہتے ہو، چلو گورنر کے
پاس، میں تم کو لے جا کر رہوں گا، ابراہیم میں خفگی کی کہاں برداشت تھی،
اس نے کوٹوال کو قتل کر دیا، اس واقعہ سے شہر کی فضا خراب ہو گئی، حکومت
کی پولیس زیادہ اہتمام اور بڑے پیمانہ پر شہر کا گشت لگانے لگی، محلوں میں سرکاری
گارد مقرر کر دئے گئے اور شہر آنے والے راستوں پر پرہ لگا دیا گیا۔

بغاوت

ابراہیم نے مختار کو کوٹوال کے قتل اور اس کے فوری نتائج سے مطلع
کیا اور کہا کہ اب جمعرات کی بجائے آج ہی رات بغاوت کر دینا ضروری ہے
ورنہ کل حکومت تیار ہو کر ہمارا مقابلہ کرے گی، مختار کوٹوال کے قتل سے
خوش ہو کر بولا: خدا نے چاہا تو یہ فتح کی ابتداء ہے! فوراً بغاوت کی تیاری

شروع کر دی گئی، یہ پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ ہمدردان اہل بیت کے جذبات بھڑکانے اور ان کو بروئے کار لانے کے لئے تلقین و پروگنڈے کے علاوہ خاص خاص نعروں سے بھی کام لیا جائے گا، لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ایک بڑی آگ جلائی گئی اور رضا کاروں کو ”اے خدا دشمن کو ٹھکانے لگا“ (یا منصور اُمت) اور چلو حسین کا بدلہ لینے“ (یا التارات الحسین) کے نعرے لگانے ہمدردان اہل بیت کے محلوں میں بھیجا گیا، پھر مختار خود مسلح ہوا اور ضروری ہدایات دے کر ابراہیم کو حامیان اہل بیت کے محلوں میں بھیجا، دوسری طرف حکومت کے وفادار سردار اپنے ہم قبیلہ جوانوں کو لے کر گھروں سے باہر نکل آئے، ہمدردان اہل بیت ”یا منصور اُمت“ اور ”یا التارات الحسین“ کے نعرے سن کر مختار اور ابراہیم کے پاس جانے لگے، بارہ ہزار بیعت کرنے والوں میں سے تین ہزار آٹھ سو کی جمعیت مختار کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی، باقی سرکاری ناک بندی، فوجی گشت اور دیگر موانع اسباب کی وجہ سے نہ آسکے۔

ناکام مقابلہ

دوسرے دن ابراہیم کا سرکاری فوجوں سے کئی جگہ مقابلہ ہوا اور ایک معرکہ میں اس کے نو سو سپاہیوں نے چار ہزار سرکاری فوج کے چھکے چھڑاتے اور ان کے کمانڈر کو جو مقتول کو نوال کا لڑکا تھا، قتل کر دیا، صورتِ حال نازک ہو گئی، گورنر نے وفادار سرداروں کو اپنے قبیلوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور سرکاری فوج ہر طرف پھیلا دی، مختار نے جب گورنر کے اعلان جنگ کی خبر پائی تو اپنی فرودگاہ چھوڑ کر کوفہ سے باہر ایک

مناسب جگہ کیمپ لگایا اور باقاعدہ مقابلہ کے لئے چھوٹے چھوٹے تینر گام دستے ترتیب دئے، ایک سرکاری فوج نے مختار کے کیمپ کا محاصرہ کر لیا لیکن ابراہیم جلد ہی آپہنچا اور فوج کو پیچھے سے گھیر لیا، حملہ آور لپسا ہوئے، حکومت کے کئی اور جنرل دوسرے معرکوں میں کام آئے اور ان کی زیرنگراں فوج تترتبر ہو گئی، حکومت کی لگاتار کئی شکستوں نے مختار اور اس کے متبعین کے جوصلے بڑھادئے، گورنر اور اس کے ساتھیوں پر ہر اس طاری ہو گیا۔

گورنر کی تقریر

اس موقع پر ایک عرب سردار عمرو بن حجاج زبیدی نے گورنر کو للکار کر کہا: مرد آدمی، خوف و ہراس بری بلا ہے، اس کو پاس نہ آنے دو، محل سے باہر نکلو اور لوگوں کو دشمن سے لڑنے کی دعوت دو، شہر میں آدمیوں کی کوئی کمی نہیں، ان باغیوں کے علاوہ سب تمہارے وفادار ہیں، خدا ان کو ذلیل و مغلوب کر کے رہے گا، میں پہلا رضا کار ہوں جو اپنی خدمات باغیوں کو کھلنے کے لئے پیش کرتا ہوں، ایک فوج میرے حوالہ کرو اور دوسرے اکابر کی کمان میں بھی فوجیں بھیجو۔ گورنر محل سے نکلا اور ایک بڑے مجمع کو مخاطب کر کے کہا: حاضرین! بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ ایک ایسی جماعت پر قابو نہ پاسکے جو تعداد میں آپ سے بہت کم ہے، جس کا عقیدہ اور مسلک فاسد ہے جو خود ہی گمراہ نہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتی ہے، مگر بہت باندھ کر اس سے لڑنے نکل کھڑے ہوئے، اپنے گھربار کو اس کی دستبرد سے بچائیے، اپنے شہر اور خراج کی اس سے حفاظت کیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو خدا کی قسم وہ ایسے لوگوں کو آپ کے خراج میں شریک کر لیں گے جو اس کے مستحق نہیں

میں (یعنی غلام و موالی) مجھے معلوم ہوا ہے باغیوں میں آپ کے پانچ
 سو آزاد کردہ غلام ہیں اور اس کا لیڈر بھی ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ
 کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ان لوگوں کی تعداد اور قوت بڑھ گئی تو آپ
 کی عزت، اقتدار اور دین سب خاک میں مل جائے گا۔ ” اَیْهَا النَّاسُ
 اِنَّ مِنْ اَعْجَبِ الْعَجَبِ عَزَمَ عَنْ عَصِيَةِ مَنْكُمْ قَلِيلٌ عَدَدَهَا ،
 خَبِيثٌ دِيْنُهَا ضَالَّةٌ مُضِلَّةٌ ، اُخْرِجُوا اِلَيْهِمْ فَاَمْنَعُوا مِنْهُمْ حَرِيْمٌ
 وَقَاتِلُوْهُمْ عَنْ مِصْرِكُمْ ، وَاَمْنَعُوا مِنْهُمْ فَيْئَكُمْ وَاِلَّا وَاللّٰهِ لِيُشَارِكَنَّ
 فِي فَيْئِكُمْ مَنْ لَّا حَقَّ لَهُ فِيْهِ ، وَاللّٰهِ لَقَدْ بَلَغْنِيْ اَنْ فِيْهِمْ خَمْسَمِائَةٌ
 رَجُلٌ مِنْ مَحْرَرِيْكُمْ عَلَيْهِمْ اَمِيْرٌ مِنْهُمْ وَاِنَّمَا ذَهَابَ عَزَمُكُمْ وَسُلْطَانُكُمْ
 وَتَغَيَّرَ دِيْنُكُمْ حِيْنَ يَكْتُرُوْنَ “

مختار غالب

گورنر کی اس تقریر کے بعد کئی بڑی بڑی قبائلی فوجیں مختار کے مقابلہ کو
 نکلیں لیکن سب کی سب پسپا ہوئیں، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کے مد
 مقابل انہی کے بھائی بند اور ماتحت کتھے جن پر تلوار اٹھاتے ہوئے ان کا
 دل دکھتا تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ ابن زبیر کی وفاداری کے مقابلہ میں ان کو
 اپنی جان اور اپنی خیریت زیادہ عزیز تھی، اس کے علاوہ مختار نے جنگ کی
 قیادت بھی بڑی حکمت سے کی، اس نے اپنی فوج کا ایک حصہ براء سم اور کئی
 دوسرے کمانڈروں کی ماتحتی میں قصر حکومت کا محاصرہ کرنے بھیج دیا اور دوسرا
 اپنی کمان میں لے کر وہ خود نکلا اور سرکاری فوجوں کو اپنی اور اپنے جنرلوں کی

فوج کے درمیان دبا لیا، محاصرہ کے چوتھے دن محل اور شہر پر مختار کا قبضہ ہو گیا، گورنر محل چھوڑ کر بھاگا اور کوئٹہ میں اپنے کسی رشتہ دار کے ہاں چھپ گیا، مختار نے گورنر کی طرف سے سارے لڑنے والوں کو مستاف کر دیا، وہ حتی الامکان خوں ریزی سے بچا کر تانقا۔

فتح کے بعد مختار کی تقریر

رات قصر امارت میں گزار کر صبح کو مختار نے بڑی مسجد میں شرفائے شہر اور عوام کے سامنے قرآنی اسلوب اور اہل اہل انداز میں یہ تقریر کی :-

”اس خدا کا سپاس گزار ہوں جس نے اپنے دوست سے کامیابی کا وعدہ فرمایا اور اپنے دشمن کو نامرادی کی دھمکی دی، یہ اس کا ایک ایسا اہل فیصلہ ہے جو ہمیشہ نافذ رہے گا، لوگو! ہمارے لئے ایک جھنڈا بلند کیا گیا اور ہمارے لئے ایک منزل مقرر کی گئی، جھنڈے کے بارے میں ہم سے کہا گیا کہ اس کو بلند رکھو اور سرنگوں نہ ہونے دو، مقصد کے بارے میں ہم سے کہا گیا کہ اس کی طرف بڑھتے چلے جاؤ لیکن اس سے تجاوز نہ کرو، ہم نے داعی کی دعوت کو توجہ سے سنا اور دل سے قبول کیا (یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا یا راوی کے ذہن سے اتر گیا) کتنے مرد اور عورتیں جنگ میں کام آنے والوں کی خبر موت دے رہی ہیں، غارت ہوں سرکش جو حق سے روگردانی کرتے ہیں اور بچوں کو جھوٹا بتاتے ہیں! حاضرین! ہماری تحریک میں داخل ہوئیے اور ہماری بیعت کیجئے جو آپ کی دنیوی اور آخری سرخروئی کی ضامن ہے، اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آسمان کو بے روک چھت بنایا اور زمین کو وسیع گذرگاہ، آپ علی بن ابی طالب اور ان کے لڑکوں کے بعد

میری بیعت سے زیادہ درست اور دنیوی و آخروی کامیابی کو متضمن کہی
 کوئی بیعت نہیں کریں گے۔ ” الحمد لله الذی وعد ولیہ النصر
 وعدوہ الخسر، وجعلہ فیہ اٰیۃ لہدیٰ و جعلہ فیہ اٰیۃ لہدیٰ و جعلہ فیہ اٰیۃ لہدیٰ
 مقصیاً، اٰیۃ الناس اذہ رفعت لنا رایۃ و مدت لنا غایۃ، فقل
 لنا فی الرایۃ ان ارفعوها ولا تضعوها فی الغایۃ ان اخرجوا الیہا
 ولا تعدوها فسمعت دعوة الداعی و مقالة الواعی ... فکم من ناع
 و ناعیۃ لقتلی فی الواعیۃ و بعد امن طغی و ادبر و عصی و کذب و تولی
 الا فادخلوا اٰیۃ الناس فی العوابعۃ ہدی فلا والذی جعل السماء
 سقفاً مکفوفاً و الارض فجاجاً سبلاً ما بالیعم بعد بیعة علی بن ابی
 طالب و آل علی اهدی منها۔“

بیعت

تقریر کے بعد مختار نے بیعت لینا شروع کی، پہلے شرفاء پھر عوام سے
 بیعت ان سات اصول پر مبنی تھی: (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت نبی،
 (۳) اہل بیت کا انتقام، (۴) زبیریوں سے جنگ، (۵) کمزوروں کی
 حمایت، (۶) لڑنے والوں سے جنگ اور صلح کرنے والوں سے صلح،
 (۷) بیعت کی سچی پابندی، جب بیعت کرنے والیہ سات بول زبان سے
 ادا کرتا تو مختار اس کا ہاتھ چھو لیتا۔

نامِ عبدحالات

مختار کی دلی تمنا پوری ہوئی، قصر امارت اور منبر آج اس کے قدموں

میں تھے، اب حکومت کو مضبوط بنانا اور وسعت دینا باقی تھا، لیکن اس کو یہ موقع نہ مل سکا، نامساعد حالات نے ہر طرف سے اس پر ہجوم کر لیا، قبائلی و مذہبی رعوت، حسد اور فتنہ پردازی زیادہ دن اس کو برداشت نہ کر سکی، اس کی ”صنعاء نوازی“ اس کی سب سے بڑی دشمن ثابت ہوئی، اُس کی خواہش مساوات اس کے گلے کا پھندا بن گئی، جس محل میں وہ فاسخانہ دال ہوا، اُسی محل سے کفن پہن کر اس کو نکلتا پڑا، فتح پا کر اس نے سارے مخالفوں کو معاف کر دیا تھا لیکن اس پر فتح پانے والوں نے اس کے سارے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

مدت حکومت

اکثر مورخ مختار کا دور اقتدار اٹھارہ ماہ بتاتے ہیں، یعنی ربیع الاول ۶۶ھ سے رمضان ۶۷ھ تک، طبری، ابو حنیفہ، دینوری، ابن اثیر اور ابن خلدون کی یہی رائے ہے، لیکن بلاذری نے انساب الاشراف میں کئی بار اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کا قتل رمضان ۶۹ھ میں واقع ہوا، اس حساب سے اس کے دور اقتدار کی مدت ساڑھے تین سال ہوتی ہے، بہر حال چاہے مختار نے اٹھارہ ماہ حکومت کی ہو یا ساڑھے تین سال اس میں شک نہیں کہ یہ عرصہ عربی تاریخ میں ایک انوکھا عرصہ ہے جس میں مختار بحیثیت ایک حکمراں، ایک ڈپلومیٹ اور ایک فرد کے بالکل منفرد آستان سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

کوٹہ کے تین گروہ

مختار کا خانہ ۶۶ھ یا ۶۹ھ میں ہوا، پہلے چاروں خلفائے راشد

اس نے دیکھے، اچھے برے گورنروں کی سیرت کا مشاہدہ کیا، مکہ، مدینہ، اور کوفہ سے جو عربوں کے سیاسی، مذہبی اور خاندانی قوت و عظمت کے مرکز تھے، اس کا گہرا تعلق رہا، اس کو عمر فاروق کی کامیابی کا راز معلوم تھا، عثمان غنی کے خلاف تحریک کے اسباب سے اچھی طرح واقف تھا، حضرت علی کے پونے پانچ سالہ خلافت کے پر آشوب واقعات اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، اس کو خود نہ خاندانی عظمت حاصل تھی، نہ مذہبی وجاہت، نہ قبائلی رسوخ، لیکن وہ ایک معاملہ فہم آدمی تھا، جس نے خاندانی رعونت، یا قبائلی عصبیت یا مذہبی پنداری کی عینک سے نہیں بلکہ ایک متعلم اور محقق کی نظر سے حالات کا مطالعہ کیا تھا، اس کے دل میں حکومت کی بے انتہا آرزو تھی، لیکن اس آرزو کی بنیاد حسب نسب پر نہیں بلکہ اس کی ہوشیار عقل اور مجتہدانہ فکر پر قائم تھی۔

کوفہ میں جو پہلے اس کی سر بلندی کا زینہ بنا اور پھر اس کی تباہی کا گڑھا شیعہ اقلیت کو چھوڑ کر تین قسم کے لوگ تھے:

(۱) قبائلی سردار اور ان کے ماتحت قبیلے جن کی زندگی کا اہم ترین مقصد دولت و اقتدار تھا، وہ ہر حاکم کے ساتھ اپنی وفاداری کو ان دو بیانیوں سے ناپا کرتے تھے، جو حاکم ان کا یہ مقصد پورا کرنے میں ناکام ہوتا اس سے وہ بگڑ جاتے اور اس کے زوال کے لئے سازشیں کرنے لگتے۔

(۲) مذہبی اکابر جو قرآن (عالم قرآن) کہلاتے اور شہر کی مذہبی و فکری

زندگی پر چھائے ہوئے تھے، ان میں بہت سے جاہ پسند تھے اور مذہبی پندار میں مبتلا، یہ حاکموں سے اسی وقت تعاون کرتے جب وہ ان کے ساتھ التفات خاص سے پیش آتے، ان کی مالی مدد کرتے، ان کے نقطہ نظر سے متفق ہوتے

اور ان کی مذہبی برتری تسلیم کرتے، کسی حاکم سے اگر ان کے مطالبے پورا کرنے میں کوتاہی ہوتی تو وہ ناراض ہو کر اس کے خلاف شورش برپا کیا کرتے، ان قرآن کے بارے میں حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کہتے ہیں: انھوں نے قرآن کے بول تو یاد کر لئے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کو فراموش کر دیا ہے، اس کے ذریعہ حاکموں سے تعلق پیدا کرتے ہیں، اور اپنے ہم شہروں پر چھپائے رہتے ہیں۔“

(۳) غلام و موالی جن میں صرف لائق جنگ افراد کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے، یہ گروہ اپنے آقاؤں کی خدمت اور اطاعت کے لئے تھا، اسلام کا سرچشمہ قرآن، عربی میں تھا، نبی اسلام عرب تھے، اور اسلام کا نزول اول عربوں پر ہوا ہے، یہ حقیقت غیر عرب کے لئے بڑی مرغوب کن حقیقت تھی، اس کو عربی، سیاسی و اجتماعی استبداد نے اور زیادہ سنگین بنا دیا تھا۔

مختار کی پالیسی

مختار ان تینوں گروہوں کی نفسیات سے خوب واقف تھا، ان تینوں میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے تیسرا گروہ اس کو سب سے زیادہ موزوں نظر آیا، یہ گروہ اہل بیت کا معتقد اور حضرت علی کا ممنون تھا، پہلے گروہ میں جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ ذی اثر تھا، دولت و اقتدار کی حرص کے ساتھ جاہلی رجحانت اور شورش پسندی کے خصائص بھی موجود تھے، ان میں سے اکثر وقت اور نجی مفاد کے وفادار تھے، اس لئے مختار کو ان سے

لے عیون الأخبار ابن قتیبہ مصر ۱۳۲/۵

زیادہ امید نہ تھی، یہ بہت تھا اگر ان کے فتنہ انگیز رجحانات دبے رہتے، مگر ان سے اسی قدر چاہتا تھا اور اس کے لئے جہاں تک ہو اس نے انھیں خوش رکھنے کی کوشش کی، اس نے دوسرے گروہ یعنی مذہبی اکابر کی بھی تالیف قلب کی، ان کے ساتھ التفات برتا، ان کی مذہبی قیادت کا اعتراف کیا اور خود دیندار بنا رہا، لیکن اس کی قوت کا سب سے مضبوط ستون تیسرا گروہ ہی بن سکا، موالی عربوں سے زیادہ وفادار، زیادہ ایماندار، اور زیادہ فرمانبردار تھے، ان میں نہ جاہلی تمکنت تھی، نہ قبائلی عصبیت، نہ مذہبی پندار، وہ اجتماعی عزت اور اقتصادی خوش حالی کے بھوکے تھے اور ان کو ایک مہربان، منصف اور مساوات پسند لیڈر کی ضرورت تھی، مختار ان کی اُمنگوں کا کفیل بن گیا۔

مختار کا بہروپ

ان تینوں گروہوں اور شیعو اقلیت کو قابو میں رکھنے کے لئے مختار نے ایک خاص حربہ استعمال کیا۔ یہ تھا اس کا مذہبی درد خانی بہروپ، اس میں وہ پورا استاد نکلا، خوش بیان ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو مقفی گفتگو کرنے کا بھی بڑا اچھا سلیقہ تھا، جاہلی عربوں میں مقفی کلام کا ہن استعمال کرتے تھے، مختار کو اپنی مقصد بر آری کے لئے پرواہ نہ تھی کہ اس کو کیا بنتا پڑتا ہے، اس کی زندگی کا انداز بھی اس قسم کے بہروپ کے لئے سازگار تھا، کیوں کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ایک سنجیدہ دیندار آدمی کی طرح رہتا تھا، وہ ہر اہم موقع پر مسیح الہامی زبان استعمال کرتا اور سامعین کو اپنی لیاقت سے مرعوب کیا کرتا، قید سے پہلے، قید خانہ کے اندر اور قصر مارت میں داخل ہونے تک بھی اُس نے ایک مکمل الہامی شخص کی سی سیرت رکھی، محل کے محاصرہ سے پہلے گورنر کی فوج

سے جب اس کا مقابلہ ہوا تو وہ روزہ رکھے ہوئے تھا، اس کی فوج کے کچھ لوگوں میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی، ایک نے کہا: امیر روزہ نہ رکھتے تو فوج کی کمان زیادہ اچھی طرح کر سکتے، دوسرا بولا: امیر معصوم ہیں، ان کے بارے میں ایسی بات نہ کہو، وہ اچھے بڑے کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ ابن سبأ کی تحریک کی بدولت حضرت علی کی غیب دانی اور اہمیت کے بہت سے قصے کوذ کے شیعوں اور ضعیف الاعتقاد موالی میں مشہور ہو گئے تھے، مثلاً صفین کو جاتے ہوئے میدانِ کربلا میں حضرت حسین سے ان کی یہ پیش گوئی کہ اس جگہ اہل بیت مارے جائیں گے، یا پستان والے خارجی کے بارے میں ان کی پیش گوئی اور نہروان کی جنگ میں اس کا پورا ہونا، مختار نے حضرت علی کے اس کردار کی نقالی کی، وہ بلند آہنگ سجع میں مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں کرتا اور اپنے متبعین بالخصوص غلام اور موالی کو ان کے ذریعہ خوش حالی اور کامرانی کی بشارتیں دیتا اور ان کے دلوں کو گرماتا۔

بہروپ میں توسیع

جب اس کو حکومت حاصل ہوئی اور کوفہ، شام اور حجاز میں دشمن سر اٹھانے لگے تو اس کو اپنا بہروپ بڑھانا پڑا، دشمن کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کا حوصلہ بڑھانے یا ان کی اخلاقی توانائی برقرار رکھنے کے لئے وہ ظاہر کرنا کہ مافوق الانسان قوتیں اس کی تابع ہیں جن کی بدولت وہ ناقابلِ تسخیر ہے، اس کی روحانی نظر اتنی تیز ہے کہ غیب کے پردوں کو چیر کر مستقبل تک پہنچ جاتی ہے، وہ کاہن کے درجہ سے ترقی کر کے نبی کے درجہ تک پہنچ گیا، اور اگرچہ اس نے اپنی نبوت کا کبھی برملا اعلان نہیں کیا وہ ہر نفسیاتی موقع پر ایسی تقریریں اور باتیں خوب کیا

کہتا جو اس کی غیب دانی پر دلالت کرتی، بعض راویوں نے تو اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ وہ خود کو نبی یا صاحب وحی سمجھتا تھا، بلاذری نے لکھا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتا: صلی اللہ علی عیسیٰ بن مریم، اس رمز کی تشریح کرتے ہوئے اُس کے ایک راز دار نے بتایا کہ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی مسیح بن مریم سے بیاہی جائے گی۔

ایک کرسی

اس بہرہ میں ایک کرسی بہت کام آئی، حضرت علی کی بہن کے پوتے کا بیان ہے کہ میرے پاس خرچ نہ رہا تھا اور مجھے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، میں ایک دن گھر سے نکلا تو اپنے پڑوسی تیلی کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر میل کچیل جما ہوا تھا، میں نے دل میں کہا کیوں نہ اس کے بارے میں مختار سے جا کر کوئی چال چلیں! میں گھر لوٹا اور تیلی کے گھر سے کرسی منگوائی، پھر مختار کے پاس گیا اور کہا: میں ایک بات آپ سے چھپاتا رہا ہوں لیکن اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے باخبر کر دوں، مختار نے پوچھا وہ بات کیا ہے تو میں نے کہا: میرے پاس ایک کرسی ہے جس پر جعدہ بن ہبیرہ (راوی کے والد اور حضرت علی کے بھانجے) بیٹھا کرتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علی کا غیبی اور روحانی علم حلول کر گیا ہے۔ مختار نے کہا: حیرت ہے تم آج تک اتنی اہم بات چھپاتے رہے، اس کو ابھی منگواؤ، ابھی منگواؤ، کرسی لائی گئی، اُس کو دھویا جا چکا تھا، میل کچیل کے نیچے کی لکڑی تیل پینے سے خوب چمکدار ہو گئی تھی، اس پر کپڑا ڈال دیا گیا، مختار نے مجھے چھ ہزار روپے کا عطیہ

دیا اور جامع مسجد میں کرسی رکھوا کر یہ تقریر کی : ”پچھلی قوموں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جس کی نظیر ہمارے ہاں نہ موجود ہو، بنو اسرائیل کے ہاں تابوت تھا جس میں آل موسیٰ و ہارون کا باقی ماندہ علم حلول کر گیا تھا، ہمارے ہاں یہ کرسی اس تابوت کی طرح ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کرسی کا غلاف ہٹانے کا حکم دیا جب کرسی کھلی تو سبائی ذہنیت کے لوگوں نے کھڑے ہو کر نہایت عقیدت سے ہاتھ اٹھا کر تین باز نکبیریں کہیں لے۔ کرسی پر رشیم کا غلاف چڑھا دیا گیا، وہ ایک مقدس ادارہ بن گئی، مختار کے بعض مقرب اس کے مجاور ہو گئے، مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعری کے صاحبزادے اس کے ناظم امور مقرر ہوئے، یہ کرسی غیبی قوتوں کا سرچشمہ تھی، اس کا طواف کیا جاتا، ہر خطرہ اور مصیبت میں اس سے مدد مانگی جاتی، پانی اس کی معرفت برسوا یا جاتا، جنگ میں اس سے نصرت طلب کی جاتی، جب مختار کی فوجیں لڑنے نکلتیں تو آگے آگے کوفہ سے کچھ دور تک ایک کبورے خچر پر یہ کرسی جاتی، اس کے دائیں بائیں مجاورانہائی احترام سے اس کو پیر سے ہوتے چلتے، شہر سے کچھ دور نکل کر لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور اس

سے تاریخ الامم، ۱۲۱/۷۔

۲۷ بعض مورخوں نے کرسی کا قصہ دوسرے انداز سے پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ کوفہ پر قابض ہونے کے بعد ایک دن مختار نے جعدہ بن ہبیرہ (حضرت علی کے بھانجے) کے لاکھوں سے کہا : علی بن ابی طالب کی کرسی مجھے لا کر دو۔ انھوں نے کرسی کے بارے میں لاعلمی ظاہر کی، تنہا بولا : حماقت نہ دکھاؤ، کرسی لا دو، اس اصرار سے لاکھوں نے نتیجہ نکالا کہ وہ محض کرسی چاہتا ہے، اور جو کرسی بھی اس کو لا کر دی جائے گی وہ قبول کر لے گا، چنانچہ انھوں نے ایک کرسی لا کر دی اور کہا کہ یہ وہی کرسی ہے جس پر حضرت علی بیٹھا کرتے تھے۔ تاریخ الامم

اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر گڑ گڑا تے اور دعائیں مانگتے اور اس کو خدا کی طرح
 مخاطب کرتے، ان مراسم کے بعد فوج آگے بڑھ جاتی اور کرسی کو پورے احترام
 کے ساتھ کوفہ واپس پہنچا دیا جاتا۔ کرسی کے ظہور کے بعد مختار کی پہلی جنگ شام
 کی فوجوں سے ہوئی جو ابن زیاد کی قیادت میں عراق پر چڑھی آ رہی تھیں، مختار
 کی فوج کرسی سے استعانت لے کر گئی تھی، اتفاق کی بات کہ جنگ میں شامیوں
 کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے، اس واقعہ نے شیروا
 کو کرسی کی کرامت کا حد کفر تک معتقد کر دیا، بعض اعیان شہر نے احتجاج کیا
 تو کرسی چھپا دی گئی لیکن بلاذری کے رپورٹر کہتے ہیں کہ مختار کے ساتھی اس
 کے قتل تک کرسی سے رجوع کرتے رہے۔“

جبریل اور میکائیل

ایک بڑے عرب کا بیان ہے کہ میں مختار سے ملنے گیا تو دو تکیے اس
 کے سامنے رکھے تھے، مجھے دیکھ کر اس نے غلام کو آواز دی اور میرے لئے
 تکیہ منگوا یا، میں نے پوچھا یہ تکیے کس کے لئے ہیں تو مختار بولا: ایک سے ابھی
 جبریل اور دوسرے سے میکائیل اٹھ کر گئے ہیں۔

میدان جنگ میں فرشتے

مختار کے خلاف غیر شیعہ اکابر کوفہ کی بغاوت کے بعد جس کا ذکر آگے

۱۔ انساب الاشراف ۵ / ۲۴۲۔

۲۔ انساب الاشراف ۵ / ۲۴۲۔

۳۔ انساب الاشراف ۵ / ۲۴۲۔

آتا ہے، ایک مجرم قید ہو کر آیا اور مختار کو خوش کرنے کے لئے کہنے لگا: اہل کوفہ سے آپ کی لڑائی کے دوران میں نے دیکھا کہ فرشتے اہل کوفہ پر آپ کی طرف سے لڑ رہے ہیں؛ مختار واقعی مسرور ہوا اور اس نے مجرم کو حکم دیا کہ مسجد میں جا کر لوگوں کو اپنے تجربہ سے آگاہ کرے، اس اکتشاف سے حامیان اہل بیت کے دلوں میں مختار کی عظمت اور زیادہ بڑھ گئی، مجرم کو معاف کر دیا گیا۔

عرب و غیر عرب مختار کی غیب دانی کے قائل

امام شعبی نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر عرب ہی نہیں بلکہ عرب بھی مختار کو غیب داں سمجھتے تھے، مختار کی فوجیں براہیہ بن اشتر کی کمان میں عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے گئی ہوئی تھیں، شہر میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ ابراہیم مارا گیا اور عبید اللہ فتح کا جھنڈا لہراتا ہوا کوفہ کی طرف چلا آ رہا ہے، مختار نے فوراً رسالے تیار کئے اور عبید اللہ سے لڑنے نکلا، اس کی فوج سستانے اور رسید لینے مدائن میں خیمہ زن ہوئی، شعبی کہتے ہیں کہ ایک دن مختار اپنی تقریر میں ہمیں تلقین کر رہا تھا کہ دشمن کا بہادری سے مقابلہ کریں اور اہل بیت کے خون کا انتقام لیں کہ اس کو شامیوں کی شکست اور عبید اللہ کے قتل کی خبر موصول ہوئی، مختار نے باغ باغ ہو کر متانت سے کہا: خدائی فوج اور کیا میں نے تم کو پہلے ہی اس فتح کی بشارت نہیں دے دی تھی؟ سب نے عقیدت اور جوش سے اقرار کیا، اس وقت قبیلہ ہمدان کا ایک عرب جو میرے پاس بیٹھا تھا بولا: شعبی اب بھی تم کو یقین آیا؟ میں نے پوچھا: کس بات کا؟ ہمدانی عرب: مختار کی غیب دانی کا، میں نے کہا: میں تو یہ ہرگز باور نہیں

کر سکتا۔ ہمدانی عرب: کیا انھوں نے پیش گوئی نہیں کی تھی کہ شامی ہا رہیں گے؟ میں نے کہا: انھوں نے تو کہا تھا کہ شامیوں کو نصیبین (جزیرہ کا شہر) میں شکست ہوگی اور شکست ہوئی ہے ان کو خازر (ضلع موصل) میں! وہ عرب کھسیا کر کہنے لگا: بخدا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک تم پر عذاب الیم نازل نہ ہوگا۔ یہ واقعہ ۶۷ھ کا ہے جب مختار کا آفتاب اقبال نصفت النہار پر تھا۔

مسعودی لکھتا ہے: کوفہ میں مختار کی طاقت اور اس کے متبعین کی تعداد خوب بڑھ گئی، بہت سے لوگ اس کی تحریک میں داخل ہو گئے، وہ لوگوں کو ان کے عقیدہ اور رجحان کے مطابق دعوت دیتا، کچھ لوگوں سے کہتا کہ محمد بن حنفیہ امام ہیں اور میں ان کی خلافت کی مہم چلانے پر مامور ہوں، اور کچھ لوگوں پر ظاہر کرتا کہ میرے اوپر وحی آتی ہے اور حیریل مجھے غیب کی باتیں بتاتا ہے۔

مختار کا ایک خطبہ

بلاذری نے انساب الاشراف میں مختار کے متعدد منقح خطبے بیان کئے ہیں جو قرآنی یا الہامی اسلوب میں ہیں، جن کو وہ نفسیاتی موقعوں پر اپنے متبعین یا مخالفین کو مرعوب و مدہوش کرنے کے لئے دیا کرتا تھا، ان میں سے ایک خطبہ جس میں اس نے اپنی روحانی پوزیشن کی وضاحت بھی کی

۱۔ تاریخ الأمم، ۴/۲۵ اور انساب الاشراف ۵/۲۵۔

۲۔ مروج الذهب مسعودی مصرعاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ۶/۱۵۶ نیز کتاب المعارف ابن

قتیبہ مصر ۱۹۳۴ء ص ۱۷۷

ہے، یہاں پیش کیا جاتا ہے :

”قسم ہے بلد امین کے رب کی اور طور سینین کی حرمت کی، میں
 کہنے شاعر کو قتل کر کے رہوں گا جس کا نام اعشیٰ ناعطین ہے جو جلولا سے
 پکڑی ہوئی باندی کا لڑکا ہے، جس پر میں نے احسان کیا لیکن جس نے
 احسان فراموشی کی، پہلے میری پیروی کی پھر بے وفائی برتی، کل پھپھاڑ
 کر اس کو ذبح کیا جائے گا، پھر وہ جہنم رسید ہوگا اور عذاب الکر کا مزہ چکھے گا،
 تباہ ہو ابن کھمام لعین جس کا تعلق بنو اسد سے ہے جو شیطانوں کے دوست
 ہیں اور کافروں کے احباب، جنہوں نے میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کی
 ہیں اور میرے اوپر بے ہودہ بہتان لگائے ہیں، جنہوں نے مجھے کذاب کا لقب
 دیا ہے حالانکہ میں سچا آدمی ہوں جس کی صداقت کی شہادت دی جا چکی
 ہے، وہ مجھے کاہن کہتے ہیں حالانکہ میں بڑے کھلے میں بڑا تمیز کرنے والا
 صاحب کرامات ہوں“ و رب البلد الامین و حرمة طور سینین
 لا اقلن الشاعر الھجین اعشیٰ الناعطین و سوء برق البارقین، ابن
 الامۃ من جلولا و خائفین الذی مننت علیہ فکفروا بتا یعنی فغدر
 و غداً یلقی فی نحرہم یصدیر لہ لی سقر فیدوق فیہا العذاب الاکبر، و ویل
 لابن کھمام اللعین و انھی الاسدیین اولئک اولیاء الشیاطین
 و اخوان الکافرین الذین قرفوا علی الاباطیل و تقولوا علی الاقاویل فسمونی
 کذاباً و انا الصادق المصدوق و کاهنا و انا العجیب الفاروق“

اعشی ہمدان کوفہ کا ممتاز شاعر تھا، جس کی شاعری ہجو اور واقعہ نگاری
 کے لئے مشہور ہے، امام شعبی اس کے بہنوئی تھے، اس کا شمار کوفہ کے فقہاء اور

قراء میں ہوتا تھا لیکن جب قرآن وفقہ سے اس کی تمنائیں پوری نہ ہوئیں تو وہ شاعر ہو گیا اور سچو اور تعریف کے ذریعہ عزت، دولت اور رسوخ حاصل کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں وہ مختار کا مقرب تھا لیکن بعد میں کسی وجہ سے ناراض ہو گیا اور اس کے بہرہ و پکاشے میں مذاق اڑانے لگا (آغانی ابوالفرج اصفہانی مصر ۵/۱۲۶) ابن صفہام سلولی بھی کوفہ کا شاعر تھا جس کی وفاداریاں عثمان غنی اور ان کے خاندان سے وابستہ تھیں، پھر وہ ابن زبیر کا وفادار ہو گیا اور جب کوفہ میں ابن زبیر کی حکومت ختم ہوئی اور مختار کا ستارہ چمکا تو اس نے مختار کی مدد میں قصیدہ لکھا اور انعام حاصل کیا، لیکن حامیان اہل بیت کی ایک جماعت اس کو منافق اور عثمانی ہی سمجھتی رہی اور اس کو اتنا ستایا کہ وہ بھاگ گیا اور مختار اور اس کے متبعین کی سچو کی۔ (النساب الاشراف ۵/۲۲۹)

اپنے بارے میں مختار کا اعتراف

اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کہ مختار ایمان داری سے نہ تو خود کو نبی سمجھتا تھا اور نہ کاہن بلکہ اپنی مقصد برآری کے لئے اور اپنے متبعین کی تسلون مزاجی اور عدم اعتمادی کے پیش نظر، کبھی اس کو کاہن، کبھی غیب داں اور کبھی نبی کا رب بھڑنا پڑتا، اس کا وہ اعتراف ہے جو مرنے سے کچھ پہلے اس نے اپنے ایک مقرب سے کیا، یہ وہ موقع تھا جب مصعب بن زبیر (برادر ابن زبیر) کی فوجیں اس کے محل کا گھیر ڈالے تھیں، اس کے اقبال کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اس کے بہرے کا پول کھل چکا تھا، اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور ان کا دل جنگ و قتال سے اچاٹ ہو چکا تھا، ایک ماہ سے زیادہ انتظار کرنے کے بعد بھی جب ان کا جمود نہ ٹوٹتا تو مختار اپنے جان نثاروں کی ایک ٹولی کے ساتھ محل سے نکلا اور ایک مقرب سے جس کا نام سائب تھا کہنے لگا: کہو کیا رائے ہے؟

سائب : صوابدید تو آپ کی ہے ، آپ اپنی رائے بتائیے ، مختار : صوابدید
میری یا خدا کی ! ارے احمق میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ میں ایک
بڑا عرب ہوں ، میں نے دیکھا کہ ابن زبیر حجاز پر قابض ہو گئے ، مروان شام
پر ، نجدہ (خارجی لیڈر) یمامہ پر ، میں کبھی کسی سے کم نہ تھا ، میں نے ادھر
کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ، اور ان کی طرح اقتدار حاصل کیا ، ہاں یہ ضرور ہے
کہ میں نے اہل بیت کے انتقام کا بیڑا اٹھایا جب کہ دوسرے عرب ادھر سے
غافل تھے اور ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔
ولما خرج المختار من القصر قال للسائب : ماذا ترى ؟ قال : الرأي
لك فماذا ترى ؟ قال : أرى أننا أم الله يري ؟ ومجك أحمق أنت ،
إنما أنا رجل من العرب ، رأيت ابن الزبير أنتزى على الحجاز ورأيت
نجدة أنتزى على اليمامة ومروان على الشام فلم أكن دون أحد من
رجال العرب فأخذت هذه البلاد ، فكنت كأحدهم إلا إني طلبت
بئراً أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم إذ نامت عنه العرب فقتلت
من شرك في دماءهم

حکومت پاکر مختار کا طرز عمل

کوفر پر قابض ہونے کے بعد مختار نے بڑی رواداری اور حسن سلوک
سے حکومت شروع کی ، موالی اور غلام تو اس کی عنایت خاص کا مرکز تھے
ہی ان کے علاوہ شہر کے مسخر لوگوں ، قبائلی اعیان اور مذہبی اکابر رقرء و
فقہاء کے ساتھ بھی اس نے عمدہ برتاؤ کیا ، حالانکہ چند دن پہلے یہ لوگ ابن زبیر

لہ تاریخ الأمم ، ۱۵۵/۱

کی وفاداری میں اس کے خلاف لڑے تھے، یہی نہیں وہ ان کے تالیفِ قلب کی بھی برابر کوشش کرتا رہا اگرچہ عربوں اور خاص کر کوفہ کے شوریدہ سردار جاہ لپیستد عربوں کو مطمئن رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

دادود، شیش

کوفہ کے خزانہ میں اس کو لاکھ بھگ پچاس لاکھ روپے ملے، اس رقم کا ایک بڑا حصہ اُس نے اپنے اُن معاونین پر صرف کیا جن کی مدد سے اُس کو فتح حاصل ہوئی تھی، ابن زبیر کے گورنر کوفہ کے محاصرہ سے پہلے اڑتیس سو آدمی اس کے ساتھ تھے جن میں سے ہر ایک کو بغیر کسی امتیاز کے اُس نے ڈھائی ڈھائی سو روپے عطا کئے اور اُن چھ ہزار کو جو محاصرہ کے دوران میں اُس سے آملے تھے سو سو روپے دئے۔ مختار نے اس روپے سے اپنے شایانِ شان ایک کوٹھی بھی بنوائی اور اُس کے باہر ایک خوش نما وسیع باغ لگوایا۔

ابن حنفیہ وغیرہ کو تحائف

کئی لاکھ روپے کے عطیے اس نے ابن حنفیہ (متوفی ۸۱ھ) حضرت حسین کے صاحبزادے علی زین العابدین (متوفی ۹۴ھ) عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۹ھ) اور اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر (متوفی ۶۸ھ) کو بھیجے، بلاذری کے رپورٹر کہتے ہیں کہ اس کے تحفے اور عطیے ابن عمر، ابن عباس اور ابن حنفیہ کی خوشنودی اور اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے برابر آتے رہتے تھے۔

۱۵۹/۷

۲۰/۵

ما تحت علاقے

کوفہ کے خاص و عام کو وقتی طور پر مطمئن کر کے وہ ما تحت علاقوں کی طرف متوجہ ہووا، یہ علاقے خراسان، فارس اور سجستان کے صوبوں کو چھوڑ کر عراق وسطی و شرقی ایران اور موصل کے ایک بڑے رقبہ پر مشتمل تھے، یہاں اُس نے اپنے نمائندے مقرر کئے اور اپنے کئی مقرّبوں کو گورنر اور کلکٹر بنا کر بھیجا۔ ہمارے مورخوں نے اس کے ان صوبوں اور ضلعوں کی نشان دہی کی ہے:-

آرمینیہ : گورنر - ابراہیم بن اشتر کاچا عبد اللہ بن حارث -
 آذربائیجان : گورنر - محمد بن عمیر بن عطارد (محمد بن عثمان بتصریح
 الأخبار الطوال مصری ادیشن ۱۳۳ھ
 ص ۲۸۵)۔

موصل : گورنر - عبدالرحمن بن سعید بن قیس ہمدانی -
 مدائن : گورنر - اسحاق بن مسعود -
 جوخی (عراق) : گورنر - زحر بن قیس -
 بہقباذ اعلیٰ (عراق) : گورنر - قدامہ بن ابی عیسیٰ -
 بہقباذ اوسط (عراق) : گورنر - محمد بن کعب بن قُرظہ -
 حلوان (عراق) : گورنر - سعید بن حذیفہ بن بیان (ابن
 بالک بکراوی بتصریح الأخبار الطوال
 ص ۲۸۵)

اصفہان، قم اور متعلقہ ضلع (جبال) : گورنر - یزید بن معاویہ بجلی -

ری اور دستی (شمالی و غربی جبال) : گورنر - یزید بن معاویہ بجلی -

اپنے ایک معتمد خاص ابن کامل کو اس نے شہر کا کوتوال اور دوسرے معتمد ابو عمر کیسان کو گارڈ کا کمانڈر مقرر کیا، یہ دونوں بے حد اہم عہدے صرف رازداروں کو دئے جاتے تھے۔

ابن مطیع کو عطیہ

کوتوال نے اگر مختار کو اطلاع دی کہ ابن مطیع سابق گورنر کو فہ ابو موسیٰ اشعری کے گھر روپوش ہیں، لیکن مختار نے اس رپورٹ کی طرف دھیان نہیں دیا، کوتوال نے دو بار پھر یاد دہانی کی لیکن مختار نے سنی ان سنی کر دی، ابن مطیع مختار کے دوست رہ چکے تھے اور عمر فاروق کے رشتہ دار بھی تھے، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے عمر فاروق کے صاحبزادے عبداللہ، مختار کے بہنوئی تھے، جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مطیع کے پاس پچاس ہزار روپے کی کھسی بھیجی اور کہلایا کہ مجھے تمہارے چھپنے کی جگہ معلوم ہو گئی ہے، میرا خیال ہے کہ سفر خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تم رکے ہوئے ہو، اس روپے سے انتظام کر کے چلے جاؤ، ابن مطیع نے بصرہ کی راہ لی، ان کو خوف تھا کہ اگر مکہ گئے تو ابن زبیر سخت مواخذہ کریں گے۔

مختار حج کے روپ میں

مختار، مدبر، محسن اور کاہن ہی نہیں بلکہ بحیثیت فقیہ بھی اہل کوفہ

کے دماغوں پر چھپانا چاہتا تھا، وہ صبح شام مقدمے سنتا اور داد رسی کرتا، تقوڑے دن بعد جب اس کی فیہانہ حیثیت مسلم ہو گئی اور کوفہ کے قراء اس کی قانونی فضیلت کے معترف ہو گئے تو وہ حج کے فرائض سے یہ عذر کر کے دست بردار ہو گیا کہ حکومت کے زیادہ اہم معاملات اب مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔

شرح بین حارث کا تقریر اور استعفا

شرح جو عمر فاروق کے زمانہ سے قریب قریب مسلسل کوفہ کے سرکاری حج رہے تھے، حالیہ سیاسی ہنگاموں سے گھبرا کر اپنے عہدہ سے الگ ہو گئے تھے، مختار نے اُن کو پھر شہر کا قاضی مقرر کیا، حامیان اہل بیت کو یہ بات کھٹکی کیوں کہ وہ شرح کو عثمانی خیال کرتے تھے، شرح مستعفی ہو گئے، مختار نے عبداللہ بن مسعود (کوفہ کے فقہی مدرسہ کے بانی) کے پوتے عبداللہ بن عتبہ کو ان کا جانشین بنا دیا۔

قائلین حسین کو طویل

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ مختار نے حکومت پا کر اہل بیت کے قاتلوں یا ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو سزا نہیں دی حالانکہ انتقام اہل بیت اس کے دستور سیاسی کی نہایت اہم دفعہ تھی، جو ممتاز عرب عبید اللہ بن زیاد کے حکم سے حضرت حسین کے ساتھ لڑنے پر مامور کئے گئے تھے وہ شہر میں موجود تھے اور اسی طرح وہ لوگ بھی جنہوں نے حضرت حسین پر تیر چلانے

تھے یا ان کا سر کاٹا تھا یا ان کے قریبی عزیزوں پر حملے کئے تھے، مختار نے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ سب کے ساتھ رواداری سے پیش آیا، شاید وہ اپنی حکومت استوار کرنے کے بعد یہ سنگین قدم اٹھانا چاہتا ہو، اپنے سیاسی دستور کی اس صریح مخالفت کو وہ شیعوں سے غیب دانی کے پردوں میں چھپالیتا ہوگا، تقریباً ایک سال تک اس نے قائلین حسین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا، پھر جب غیر شیعہ اکابر کو فہ نے اس سے بغاوت کی اور اس میں ناکام ہوئے تو مختار نے تلوار سونت لی اور جنگ حسین یا قتل حسین میں شرکت کرنے والا ہو جو اس کے ہاتھ آیا، اس کا سر اڑا دیا۔

ایک دن مختار کو فہ کے غیر شیعہ اکابر کے ساتھ بڑے جوش و اہٹاک سے باتیں کر رہا تھا، یہ بات مجلس کے غیر عرب اعیان کو شاق گذری اور انہوں نے شکایت کے طور پر ابو عمرہ کیسان سے کہا: دیکھتے ہو، ابو اسحاق عربوں کی طرف کتنا ملتفت ہے اور ہماری طرف دیکھتا تک نہیں!، مجلس ختم ہوئی تو مختار نے کیسان کو بلا کر پوچھا کہ غیر عرب اعیان تم سے کیا سرگوشی کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ وہ عربوں کے ساتھ آپ کے التفات اور اپنے ساتھ آپ کی سردہری کی شکایت کر رہے تھے، مختار انڈاز رازداری سے بولا: تم ان سے کہہ دینا کہ میرے اس طرز عمل سے دل پر ذرا میل نہ آنے دو، ہم تم ایک ہیں، یہ کہہ کر وہ کافی دیر تک خاموش رہا، پھر یہ آیت تلاوت کی: اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقُونَ۔ ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے، مختار کا یہ پیغام سن کر موالی خوش ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: خوش ہو جاؤ اور سمجھ لو کہ ابو اسحاق نے عربوں کو ختم کر دیا، مختار کی اس وعید کا اشارہ

کہ ”ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے“ حضرت حسین کے قاتلوں کی طرف ہے جن میں سے متعدد کوفہ کے اکابر تھے، ان میں صحابی سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے بھی تھے جن کی کمان میں کربلا کی جنگ ہوئی تھی۔

موالی کے ساتھ مختار کے حسن سلوک پر نا اطمینانی

مختار کا موالی کے ساتھ حسن سلوک کوفہ کے عربوں کو سخت ناگوار گذرا، اس نے موالی کی ایک بڑی فوج تیار کر لی تھی جس کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی، اب تک سرکاری آمدنی کلیدتہ عربوں پر صرف ہوتی تھی، غلاموں اور موالی کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا، عربوں کی دلیل تھی کہ ہم نے اپنے خون پسینہ سے مفتوحہ علاقے حاصل کئے ہیں اور صرف ہم کو ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے، مختار اپنی مہربانی اور فیاضی سے موالی کے دل و دماغ پر چھا گیا اور عربوں کے مقابلہ میں جو مسئلے اور شوریدہ سر تھے، ان کا ایک طاقت ور محاذ بنالیا، موالی کے ساتھ مختار کا حسن سلوک کانٹے کی طرح عربوں کے دل میں کھٹکنے لگا اور نو دس ماہ بعد اس نے ایک خوفناک بغاوت کی شکل اختیار کی۔ عبیداسد بن زیاد نے جس کو شام کے نئے خلیفہ مروان بن حکم مثنوی ۶۵ھ نے عراق و جزیرہ فتح کرنے بھیجا تھا، ۶۵ھ میں کوفہ کے لو آئین کو شکست دے کر لگ بھگ سال بھر جزیرہ کے ایک باغی گورنر کا محاصرہ کیا جس نے ابن زبیر کی بیعت تسلیم کر لی تھی، اور محاصرہ میں ناکام ہو کر ذوالقعدہ ۶۶ھ میں عراق فتح کرنے کے ارادہ سے موصل کی طرف بڑھا جہاں مختار کا عمل دخل تھا، موصل پر قبضہ کر کے وہ کوفہ کی طرف بڑھنے والا تھا، مختار کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً ماہ ذوالحجہ میں تین ہزار چیدہ سواروں کی ایک فوج اپنے آزمودہ

کارجنرل یزید بن انس کی قیادت میں روانہ کی، اس فوج کا نکلنا تھا کہ کوفہ میں حکومت کے خلاف بغاوت کے بادل اٹھنے لگے، عبید اللہ بن زیاد نے مختار کے رسالوں کو شکست فاش دی، اس کا قائد یزید بن انس بحالت بیماری میدان جنگ میں مر گیا، بقیۃ السیف کوفہ بھاگ آئے۔

مختار پر لعن طعن

کوفہ میں بغاوت کے سرغنہ وہ قبائلی سردار تھے جنہوں نے حضرت حسین کے خلاف جنگ کر بلا میں حصہ لیا تھا اور بعد میں ابن زبیر کے گورنر ابن شیبہ کے ساتھ مختار سے لڑے تھے، یزید بن انس کی شکست سے حوصلہ پا کر انہوں نے بغاوت کی تیاری تیز تر کر دی اور کوفہ کے غیر شیعہ باشندوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یہ خبریں پھیلانا شروع کیں کہ عبید اللہ بن زیاد مختار کا خاتمہ کرنے چلا آ رہا ہے، ان کو امید تھی کہ اگر انہوں نے بغاوت کر دی تو عبید اللہ ان کی کارگزاری سے خوش ہوگا اور خلیفہ شام ان کی خدمت کا صلہ دے گا، غیر شیعہ حلقوں میں مختار پر لعن طعن کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا: یہ شخص بغیر ہماری مرضی کے ہمارا حاکم بن بیٹھا ہے، ہمارے موالی کو عزت دے کر ان کو گھوڑوں پر چڑھا دیا ہے، ان کی تختا ہیں مقرر کر دی ہیں، اور ہمارا خراج ان کو کھلاتا ہے، ہمارے غلام نافرمان ہو گئے ہیں، اور ہمارے یتیم اور بیواتیں ان کی خدمت سے محروم ہو گئی ہیں۔

یا غی اکابر کے نمائندہ کی مختار سے ملاقات

”سب نے مل کر ایک عرب بزرگ شدت بن ربیع کے گھر کا نفرین

کی، شہادت ان کا نمایندہ بن کر مختار سے ملا اور ان کی سب شکایتیں ایک ایک کر کے اس کے سامنے پیش کیں، مختار ہر شکایت کو دوز کرنے کا وعدہ کر لیتا اور کہتا میں شکایت کرنے والوں کو ہر طرح مطمئن کر دوں گا، شہادت نے غلاموں کے بارے میں شکایت کی تو اس نے کہا میں سب کو واپس کر دوں گا، اور جب شہادت نے کہا: آپ نے ہمارے موالی ہم سے چھڑا لئے ہیں حالانکہ ان کو خدا نے بطور مال عنیمت ہمیں عطا کیا تھا اور ہم نے اس لئے ان کو آزاد کیا تھا کہ خدا ہمیں جزائے خیر دے اور وہ ہمارے ممنون احسان رہیں، آپ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہماری آمدنی میں بھی ان کو شریک کر لیا۔ مختار: اگر میں ان کو آپ کی خدمت و طاعت کے لئے چھوڑ دوں اور آپ کی آمدنی صرف آپ پر ہی صرف کروں تو کیا آپ میرے ساتھ ہو کر نبی اُمیہ اور ابن زبیر سے لڑیں گے اور حلف لے کر اس بات کا عہد کریں گے؟ شہادت یہ کہہ کر کہ اس سوال کا جواب میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے دوں گا، چلا گیا اور پھر نہ لوٹا، قبائلی سردار مطلوبہ عہد کے لئے تیار نہ تھے، ان کی نظریں خلیفہ شام کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

مصنف الأخبار الطوال لکھتا ہے: مختار نے اٹھارہ ماہ حکومت کی اور اس زمانہ میں حسین کے قاتلوں کا کھوج لگا کر ان کو قتل کرنا رہا، علاقہ سواد، جبال، اصفہان، رومی، آذربایجان اور جزیرہ کے محاصل اس کے پاس آتے تھے، اس نے موالی کا رتبہ بڑھایا، ان کے اور ان کے بال بچوں کے لئے تنخواہیں اور ماہانہ مقرر کئے، ان کو اپنا مشیر و مقرب بنایا، عربوں کے ساتھ سردھری برتی اور اپنی عنایتوں سے ان کو محروم رکھا، اس لئے وہ ناراض ہو گئے اور ان کے اکابر کا ایک وفد اس کے پاس آیا اور اس پر نکتہ چینی کی، مختار نے کہا:

میں نے تمہاری قدر و منزلت کی تو تم مشرور و سرکش ہو گئے، میں نے تم کو گورنری اور کلکٹری دی تو تم نے خراج کم کر لیا، تمہارے مقابلہ میں یہ موالی میرے زیادہ فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ غیر شیعہ عرب متحد ہو گئے اور مشہور کرنے لگے کہ تمہارا جھوٹا ہے، دعویٰ کرتا ہے بنو ہاشم کی دوستی کا حالانکہ اس کا مقصد محض اپنے لئے حکومت و اقتدار حاصل کرنا ہے۔

وَمَلِكُ الْمُخْتَارِ بِذَلِكَ يُطَلَبُ قَتْلَةُ الْحُسَيْنِ وَتُجْبَىٰ إِلَيْهِ الْأَمْوَالُ مِنَ السَّوَادِ وَالْحِجْلِ وَالصَّبْهَانِ وَالرَّيِّ وَأَذْرَبِجَانَ وَالْجَزِيرَةَ ثَمَانِيَةَ عَشْرَ شَهْرًا وَقَرَّبَ أَبْنَاءَ الْعَجْمِ وَفُرْصَىٰ لَهُمْ وَالْأَوْلَادَ لَهُمْ الْأَعْطِيَاةِ وَقَرَّبَ مَجَالِسَهُمْ وَبِأَعْلَى الْعَرَبِ وَأَقْصَاهُمْ وَحَرَمَهُمْ، فَغَضِبُوا مِنْ ذَلِكَ وَأَجْتَمَعَ أَكْثَرُهُمْ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَانَبُوهُ، فَقَالَ: لَا يَبْعِدُ اللَّهُ غَيْرَكُمْ، أَكْرَمْتُمْ فَتَمْتَعْتُمْ بِأَنْفَاكُمْ وَوَلَيْتُمْ فَكَسَرْتُمْ الْخَرَاجَ وَهُوَ لَأَعْلَى الْعَجْمِ أُطَوِّعُ عَلَىٰ مِنْكُمْ وَأُوفِي وَأُسْرِعُ إِلَىٰ مَا أُرِيدُ، قَالُوا: فَدَنَتِ الْعَرَبُ بَعْضَهَا إِلَىٰ بَعْضٍ وَقَالُوا: هَذَا كَذَابٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُوَالِي بَنِي هَاشِمٍ وَأَمَّا هُوَ طَالِبُ دُنْيَا

جس وقت بغاوت کی تیاریاں ہو رہی تھیں، ایک سمجھ دار عرب نے جو عربوں کی ذہنیت سے واقف تھا، لیڈران بغاوت کو یہ نصیحت کی:

”بچے ڈر رہے کہ آپ کے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی اور آپ متحد نہیں رہیں گے، اور ایک دوسرے کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے، بخدا تمہاری پشت پناہی آپ ہی کے سورا مابھائی بند کر رہے ہیں، ان کے علاوہ آپ کے غلام اور موالی بھی اس کے ساتھ ہیں اور یہ سب خوب متحد ہیں، آپ کے غلام اور موالی ہر دشمن سے زیادہ آپ پر خار کھاتے ہوئے ہیں اور آپ سے عربی

شجاعت اور فارسی نفرت سے لڑیں گے، اگر آپ کچھ دن اور مختار کو ڈھیل دے دیں گے تو شام یا بصرہ کی فوجیں اگر خود اس کو ٹھکانے لگا دیں گی۔ یہ صائب رائے باغی لیڈروں کو پسند نہ آئی، طے ہوا کہ ابن اشتر کے نکلنے ہی بغاوت کر دی جائے۔

ابراہیم بن اشتر کی محاذ کوروانگی

یزید بن انس کی شکست کے بعد مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبید اللہ بن زیاد سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، مختار کے لئے یہ بڑا سنگین لمحہ تھا، ایک طرف پایہ تخت کے سارے غیر شیعہ سردار اس کی حکومت اٹھانے کی تیاری میں مشغول تھے دوسری طرف شام کی طاقت ور فوجیں اس کے علاقوں کو پامال کرتی ہوئی چلی آرہی تھیں، ابن اشتر کو بلا کر مختار نے الہامی شان سے کہا: اس جہم کے لئے یا میں میزوں ہوں یا تم، بہتر یہ ہے کہ تم جاؤ، خدا کی قسم تم فاسق عبید اللہ کو قتل کر دو گے اور اس کا لشکر منہزم ہو گا۔ اس کی خبر مجھے ان لوگوں نے دی ہے جو آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں اور خوبی معروکوں کے عالم ہیں، ابراہیم بن اشتر سات ہزار اور بقول ابو حنیفہ دینوری بیس ہزار سوار لے کر روانہ ہو گیا۔

کوفہ کے باغیوں کو شکست

ابراہیم بن اشتر کے نکلنے ہی غیر شیعہ اکابر کی قیادت میں کوفہ کے بہت

۱۔ تاریخ الأمم، ۱۱۶/۱ - ۱۱۷،

۲۔ الأخبار الطوال مہری ایڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۹۱ - ۲۹۲۔

۳۔ الأخبار الطوال مہری ایڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۸۶۔

سے لوگوں نے بغاوت کر دی، مختار کی طرف سے مصالحت کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں، اس نے بے درنگ ابن اشتر کو جو مدائن کے قریب پہنچ چکا تھا واپس آنے کا حکم بھیجا، وہ معاویہ سے مارتا بغاوت کے تیسرے دن کو ذاک گیا، شہر میں دو مورچوں پر باغیوں سے جنگ ہوئی، باغی ہارے، ان کے تقریباً پانچ سو آدمی مارے گئے، دو سو قید ہوئے، باقی فرار ہو گئے، باغی سردار یاتوا بن زبیر کے بھائی مصعب کے پاس جو حال میں بصرہ کا گورنر ہو کر آیا تھا، بھاگ گئے یا کہیں اور روپوش ہو گئے، یہ جنگ مختار کی حکومت کے دسویں ماہ ذوالحجہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی۔

انتقامی کارروائی

جنگ سے فارغ ہوتے ہی مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبداللہ بن زیاد سے لڑنے بھیج دیا اور خود باغیوں اور قاتلین حسین کی طرف متوجہ ہوا، اب وقت آ گیا تھا کہ وہ وعدہ پورا ہو جو اس نے کیسان کی معرفت موالی اکابر سے کیا تھا کہ انہیں المجرمین منتقمون، اب اس ڈھیل اور حسن سلوک کے رد عمل کا بہترین موقع تھا جس کے ذریعہ اقتدار پانے کے بعد مختار نے غیر شیعہ اکابر کی تالیف قلب چاہی تھی لیکن جس میں اس کو ناکامی ہوئی۔

پانچ سو باغیوں کو جو کوفہ میں ان لوگوں کے ہاں روپوش ہو گئے تھے جو بغاوت سے الگ تھلگ رہے تھے، گرفتار کر کے لایا گیا، مختار نے اپنے ایک مقرب عرب کو ان کے قتل کا انچارج بنا دیا، اس کے پاس جب

کوئی عرب قیدی لایا جاتا تو وہ چھوڑ دیتا اور غیر عرب کو قتل کر دیتا، اس بے انصافی کی شکایت کی گئی تو مختار نے سب قیدیوں کو اپنے سامنے حاضر کرایا اور صرف ان لوگوں کو قتل کرانے لگا جو حضرت حسین کی جنگ میں شریک ہوئے تھے پھر بھی جلاد نے کافی تعداد میں ایسے افراد کو قتل کر دیا جن کا قتل حسین سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن جن کی طرف سے شیعوں نے اس کے کان بھر دیئے تھے، جب دو سو اڑتالیس آدمی مارے جا چکے تو مختار کو خبر ہوئی کہ ایرانی عداوتیں نکالی جا رہی ہیں، اس نے قتل بند کر دیا اور باقی قیدیوں کو یہ عہد لے کر چھوڑ دیا کہ آئندہ اس کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے۔

جنگ کربلا میں کوفہ کے چار اکابر نے خاص حصہ لیا تھا: عمر بن سعد بن ابی وقاص، محمد بن اشعث، قیس بن اشعث اور شمر بن ذی جوشن، ان میں عمر بن سعد اور محمد بن اشعث اُن رسالوں کے کمانڈر تھے جو عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے مقابلہ کو بھیجے تھے۔ مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا تو یہ چاروں بھاگ گئے پھر انھوں نے مختار کے خلاف بغاوت کرانے میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت ناکام ہوئی تو چاروں دوسرے اکابر کے ساتھ پھر بھاگ گئے، مختار نے ان کے تعاقب میں رسالے بھیجے، شمر بن ذی جوشن مارا گیا، قیس بن اشعث کا رخ بصرہ کی طرف تھا لیکن یہ خیال کر کے کہ بصرہ والے اس کی مصیبت پر خوش ہوں گے وہ پلٹا اور کوفہ آکر روپوش ہو گیا، مختار نے اس کا پتہ چلا لیا اور قتل کر دیا، محمد بن اشعث کوفہ کے قریب اپنے ایک گاؤں میں

۱۔ تاریخ الأمم، ۱۲۱/۵ و النسب الاشراف ۲۲۲/۵۔

۲۔ الاخبار الطوال ص ۳۰۵۔

۳۔ النسب الاشراف ۲۳۸/۵۔

چھپ گیا، مختار کے رسالوں نے اس کو گھیر لیا لیکن وہ بھاگ نکلا اور بصرہ جا کر پناہ لی، سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر نے مختار کے ایک مصحاب خاص کے پاس پناہ لی، اس نے مختار سے سفارش کر کے عمر کے لئے امان کی دستاویز لکھوائی، لیکن کچھ دن بعد ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مختار کو اس کے قتل پر مجبور کر دیا، ایک بڑا عرب مکہ سے لوٹا تو مختار نے اس سے ابن حنیفہ کا حال پوچھا، اس نے کہا: وہ آپ سے کبیدہ خاطر ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ مختار ہمارے خاندان کا انتقام لینے کا مدعی ہے حالانکہ قائلین حسین اس کے ندیم و جلس ہیں، اور شہر میں اطمینان سے تجارت کرتے ہیں۔ یہ شکایت سن کر مختار کے سر پر خون سوار ہو گیا اور اس نے حضرت حسین کے قتل و جنگ میں شرکت کرنے والوں کا کھوج لگانے اور قتل کرنے کی بڑے جوش سے مہم شروع کر دی، اس نے اپنے گارڈ کمانڈر ابو عمرہ کیسان کو عمر بن سعد بن ابی وقاص کے گھر بھیج کر قتل کرا دیا، جب عمر کا سر آیا تو اس کا لڑکا حفص مختار کے حضور میں تھا، والد کا سر دیکھ کر وہ بولا: ”اب زندگی میں کوئی کشش باقی نہیں رہی!“ مختار: بے شک اب تم زندہ نہیں رہو گے، حفص کا سر بھی اتار لیا گیا، عمر کی دستاویز امان میں تھا کہ اگر اس سے کوئی حدت یعنی حکومت کے خلاف کارروائی سرزد نہ ہوئی تو اس پر کوئی آج نہ لائے گی، کسی نے مختار کو یاد دلایا کہ آپ نے دستاویز کی خلاف ورزی کی ہے تو اس نے بے شرمی سے کہا: کیا دستاویز کے بعد عمر یا خانہ نہیں گیا (حدت کے معنی پیشاب پجانے کے بھی ہیں) ایک قول اور ہمارے خیالی میں زیادہ

۱۔ النساب الاشراف ۵/۲۳۸

۲۔ النساب الاشراف ۵/۲۴۱

۳۔ النساب الاشراف ۵/۲۳۷ و تاریخ الأمم ۷/۱۲۷

قرین قیاس، یہ ہے کہ ابو عمرہ کیسان نے یہ گھٹیا مذاق کیا تھا۔
 مختار نے دونوں باپ بیٹیوں کے سر ابن حنفیہ کے پاس بھیج دئے اور
 لکھا کہ میں پوری سرگرمی سے اہل بیت کے دشمنوں کو غارت کرنے میں لگا ہوا
 ہوں اور یہ واقعہ ہے کہ جنگ کربلا میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں سے
 جو جو مختار کے ہاتھ لگا اس کو مُتَدِّک کے اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا گیا۔ اس تشدد
 کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار غیر شیعہ کو قہ جھوڑ کر بھاگ گئے اور بصرہ جا کر پناہ لی۔
 مصنف الأخبار الطوال لکھتا ہے: مختار نے اپنے پوس افسر ابو عمرہ
 کیسان کو حکم دیا کہ ہزار مزدور لے کر جائے اور کدالوں سے ان لوگوں کے گھر مسمار
 کر دے جو حسین سے لڑنے نکلے تھے، کیسان ایسے لوگوں سے خوب واقف
 تھا، وہ کوہ کا گشت لگانا اور منٹوں میں گھر گروا دیتا، اور جو شخص گھر سے باہر
 نکلنا اس کو قتل کر دیتا، اس طرح اُس نے بہت سے گھر گروا دئے اور بہت
 سے آدمیوں کو مروا ڈالا، کیسان بڑی تندرستی سے قتل حسین میں شرکت کرنے
 والوں کا کھوج لگانے لگا اور جس کو پکڑ پاتا قتل کر دیتا، اور اس کا مال پتاع اور
 سرکاری تنخواہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی فارسی کے نام زد کر دیتا۔

معافی کی مثالیں

اب مختار کی معافی کی چند مثالیں سنئے: ایک شخص عبد الرحمن بن
 ابراہیم خزاعی نے جنگ کربلا میں حصہ لیا تھا، اس کو قتل کے لئے مختار کے پاس

۱۔ نسخ التواریخ ۹/۶۵۹۔

۲۔ الأخبار الطوال ص ۳۱۰۔

۳۔ الأخبار الطوال ص ۳۰۰۔

لایا گیا تو وہ کہنے لگا: آپ مجھے اس وقت تک قتل نہیں کریں گے جب تک
 کہ بنو امیہ پر فتح حاصل نہ کر لیں گے، شام آپ کی عمل داری میں نہ آجائے
 گا اور آپ دمشق کو گرا کر اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دیں گے، اس وقت
 آپ مجھے پکڑیں گے، اور لب دریا ایک درخت سے لٹکا کر جو اس وقت
 میری نظر کے سامنے ہے، مجھے سولی دیں گے، مختار اپنے مصاحبوں کی طرف
 متوجہ ہو کر کہنے لگا یہ شخص خونی لڑائیوں کا عالم معلوم ہوتا ہے! اس کو قید خانہ
 بھجوا دیا گیا، رات کو مختار نے اُسے بلایا اور کہا: خزاہی موت کے وقت
 ظرافت! اس نے کہا: آپ کو خدا کی قسم مجھے غربت میں بے یار و مددگار نہ
 ماریں گے، مختار: تم شام سے یہاں کیوں آئے؟ خزاہی: ایک شخص پر میرے
 دو ہزار روپے قرض ہیں، وہ لینے آیا تھا، مختار نے اس کو دو ہزار روپے
 دئے اور کہا: اسی وقت کو ذچھوڑ دو، ورنہ صبح ہوتے ہی قتل کر دئے جاؤ گے۔
 ایک دوسرا قصور دار سراقہ باریقی جس نے حالیہ بغاوت میں حصہ لیا تھا، قتل
 کے لئے مختار کے حضور میں لایا گیا تو اُس نے پہلے دو شعر پڑھے جن میں بغاوت
 پر ندامت کا اظہار تھا، پھر بولا: اگر صرف آپ لوگ ہم سے (یعنی کوفہ کے
 باغیوں سے) لڑے ہوتے تو ہم شکست نہ کھاتے، مختار نے پوچھا: تو پھر
 تم سے اور کون لڑا؟ "سراقہ: گورے چہرے والی فوج جو کھوڑے گھوڑوں
 پر سوار تھی!" مختار: وہ تو ملائکہ تھے، خیر تو نے ان کو دیکھ لیا ہے تو میں تجھے
 چھوڑے دیتا ہوں، وہ بصرہ بھاگ گیا اور مختار کی ہجو میں شعر کہے یہ

انتقام کار و عمل

انتقامی کارروائی کا ایک طرف یہ اثر ہوا کہ حامیان اہل بیت میں مختار کی قدر و منزلت ہمیشہ سے زیادہ بڑھ گئی، لیکن دوسری طرف یہ خونریزی اس کی تباہی کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی، جن لوگوں کو قتل کیا گیا تھا ان کے عزیزو اقارب نے اپنے رشتہ داروں کا بدلہ لینے کے لئے بڑے جوش سے انتقامی تحریک چلا دی، جس کی بنیاد بصرہ میں رکھی گئی اور جلد ہی مختار کے اقتدار کا تو تعمیر قلعہ ٹوٹ پھوٹ گیا، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کوفہ سے دس ہزار آدمی بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور ان میں کافی تعداد شہر کے اکابر کی تھی، وہاں یہ لوگ مختار کے خلاف عوام و خواص کے جذبات بھڑکانے لگے، ۶۷ھ کے شروع میں یحییٰ بن معاویہ کوفہ کے ڈیڑھ دو ماہ بعد ابن زبیر کی طرف سے ان کا بھائی مصعب عراق کا گورنر ہو کر آیا، کوفہ کے اکابر اس سے ملے اور اس مورخ خون کا قصہ سنایا جو ان کے سر سے گزری تھی، ان کے ایک شیخ شدت بن رثبی کی پریشیاں حالی کا ہمارے مورخوں نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ وہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دم اور کانوں کے سرے اس نے کاٹ ڈالے تھے، اپنی قبا پھاڑ دی تھی اور مصعب کے محل کے دروازہ پر مدد، مدد کے نعرے لگا رہا تھا۔

بصرہ میں مختار کے خلاف جنگی تیاری

کوفہ کے اکابر نے مصعب پر دباؤ ڈالا کہ بلا تاخیر مختار پر حملہ کر دیا جائے لیکن وہ فوری حملہ کے لئے تیار نہ تھا، اس نے کہا کہ جب تک ہبلب بن ابی صفرہ اور اس کی آزمودہ کار فوج ہمارے ساتھ نہ ہو ہم مختار سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے،

مختار ایک خوفناک حریف تھا، حال ہی میں اس نے دنیا سے عرب کے سب سے طاقتور حکمران عبدالملک بن مروان کی فوجوں کو شکست دی تھی، اور اس کے سپاہیوں کے بارے میں مشہور تھا کہ عربی شجاعت اور فارسی نفرت سے لڑتے ہیں، مہلب نے بصرہ اور اہواز کی سرزمین کو خوارج کی دستبرد سے نجات دلا کر جب کہ بصرہ کے عرب کئی بار ان کے مقابلہ میں ناکام ہو چکے تھے، بڑا نام پیدا کر لیا تھا، مختار کے مقابلہ میں اس جیسے ہوشیار جنرل اور اس کی ہم قبیلہ سوہرا فوجوں کا ہونا ضروری سمجھا گیا، اس وقت مہلب صوبہ کرمان میں خوارج سے نبرد آزما تھا اور محاذ چھوڑنا نہ چاہتا تھا، مصعب نے کوفہ کے ایک بڑے عرب محمد بن اشعث کو اس کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، مہلب نے تپاک سے محمد بن اشعث کا استقبال کیا اور تعجب سے پوچھا: مصعب کو آپ کے سوا کوئی پیغامبر نہیں ملا؟ محمد بن اشعث: «ابو سعید، بخدا میں اپنے بال بچوں کے سوا کسی کا پیغامبر ہو کر نہیں آیا ہوں» مہلب اب میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا، اس نے خوارج کے لیڈر قطری بن فجاءہ سے اٹھارہ ماہ کے لئے عارضی صلح کر لی اور اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ بصرہ آ گیا، مصعب نے فوج کشی کی تیاری کر دی، ایک ممتاز کوئی عرب کو کوفہ میں ابن زبیر کی خلافت کی ہم چلانے اور مختار کے خلاف پروگنڈا کرنے بھیج دیا گیا۔

مختار کو شکست فاش

مختار کو ان امور کا علم ہوا تو اس نے کوفہ سے دور بصرہ کے مضافات میں مصعب سے لڑنے کا فیصلہ کیا اور حامیان اہل بیت میں حرارت جنگ پیدا کرنے کے لئے یہ تقریر کی: اے کوفہ کے دین دارو، حق کے معاہدہ! کمزوروں

کے مددگاروں، رسول و آل رسول کے جاں نثاروں، تمہارے شہر کے باغی بھاگ کر اپنے جیسے فاسقوں کے پاس چلے گئے اور ان کو تمہارے خلاف بھڑکایا، تاکہ حق و راستبازی مٹ جائے اور جھوٹ و باطل کا بول بالا ہو اور اولیائے حق مارے جائیں، خدا کی قسم اگر تم تباہ ہو گئے تو اس زمین پر بس انھی لوگوں کی بنائے گی جو عبادت کرتے ہیں اور اہل بیت پر ہمیشہ لعنت ملامت ہوتی رہے گی، احمربن شمیٹ کی قیادت میں نکل جاؤ، اگر اہل بصرہ سے پہلے تمہارا مقابلہ ہوا ہوتا تو وہ قوم عاد اور ارم کی طرح کبھی کے تباہ ہو چکے ہوتے، یا اہل الکوفۃ، یا اہل الدین، و أعوان الحق و أنصار الضعیف و شیعۃ الرسول و آل الرسول إن فرأکم الذین بئخو علیکم أو أشباهہم من الفاسقین فاستغروہم علیکم لیحق الحق و ینتفش الباطل و یقتل ولیاً اللہ، واللہ لو تمسکون ما عبد اللہ فی الأرض إلا بالفرحی علی اللہ واللعن لأہل بیت نبیہ، أنتہ بوا مع أحمربن شمیٹ فأنکم لو قد

لقیموہم لقد قتلتموہم إن شاء اللہ قتل عاد و ارم۔
 مختار کے چالیس ہزار آدمی اور ایک قول ہے ساٹھ ہزار، احمربن شمیٹ کو تو اہل شہر ابن کابل اور گارڈ کمانڈر ابو عمرہ کیسان کی کمان میں مصعب سے لڑنے روانہ ہوئے اور بصرہ کے تقریباً سو میل شمال مغرب میں بمقام نذار (زیریں عراق) کیمپ لگایا، مصعب بن زبیر کی فوج بھی آگئی، دونوں فریق میدان میں اترے، مختار کی فوج کا ایک عرب کمانڈر درپردہ موالی کا سخت دشمن اور ان کے استیصال کا درپے تھا، اس نے بڑے کمانڈر کو

۱۔ تاریخ الأمم ۷/۱۲۷۔

۲۔ الأخبار الطوال مصری ادیشن ص ۲۹۶۔

۳۔ نقشہ دیکھئے۔

ایسا مشورہ دیا جو جنگی اسٹریٹیجی کے سراسر خلاف تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ مختار کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور اس کے کمانڈران اعلیٰ آحمر بن شمیٹ اور ابن کلث مارے گئے، شکست خوردگان نے کوہِ کارخ کیا، ان کا بری طرح تعاقب کیا گیا، ایک طرف مصعب کی فوج کا وہ ڈویژن جو بھلے گئے ہوئے کو فیوں پر مشتمل تھا بھوکے شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا اور دوسری طرف مصعب کے تیز کام رسالوں نے ان کو خوب ٹوچا کھسوٹا، یہ ہزار خرابی تھوڑی سی گھوڑا فوج جانا بچا کر کوہِ پیچ گئی۔

یہ روپے نقاب

جنگِ نذار نے مختار کے اقبال کی بنیادیں ہلا دیں، یہ اس کی عظیم فوجی شکست ہی نہ تھی بلکہ اس کی اخلاقی و الہامی ہزیمت بھی تھی، اب تک وہ نبی اور کاہن کا کامیاب مُمثل بنا ہوا تھا، اس کے تصرف میں مافوق الانسان قوتیں تھیں، اس کے ساتھ فرشتوں کے لشکر لڑتے تھے، اُس کی بات ہمیشہ صحیح نکلتی تھی، فوج بھیجتے وقت اُس نے پیش گوئی کی تھی، ”قسم ہے اُس خدا کی جس نے ابوالقاسم (ابن حنفیہؓ) کو عزت عطا کی، ابن شمیٹ سلامتی کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوگا، خدا کا یہ اٹل فیصلہ ہے، اس میں شک کرنے والا نامرادی کا موٹھ دیکھے گا، میں نے اس کے ساتھ ایک پھریرا کیا ہے جس کو نہ کسی ہاتھ نے کاٹا ہے نہ کسی بننے والے نے بنا ہے“ اس پھریرے کو اُس نے تکر کے ایک کپڑے میں باندھ دیا تھا اور اُس پر ہر لگادی تھی، آحمر بن شمیٹ کو ہدایت تھی کہ دن کے ایک مقررہ وقت پھریرے کا بندل کھولے اور پھر اس کا جھنڈا بنائے، جوں ہی دشمن کی نظر جھنڈے پر پڑے گی وہ شکست

کھا کر بھاگ جاتے گا یہ

بے اعتمادی اور اضحلال

کمزور طبیعتوں پر جس قدر جلد اعتقاد کا رنگ چڑھتا ہے اسی قدر جلد اتر بھی جاتا ہے، اس شکست سے حامیان اہل بیت میں ایک عام بے اعتمادی اور اضحلال کی لہر دوڑ گئی، مختار کا بہروپ بے نقاب ہونے لگا اور اس کے غالی معتقدین کی نظر میں بھی اس کی روحانی عصمت مشتبہ ہو گئی، فارسی موالی کی زبان سے پہلی بار یہ بدشگون کلمہ سنا گیا: اس بار دروغ گفت۔ اس بار مختار کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

باعزت موت مرنے کا عزم

خود مختار کو اپنے اقبال کی شمع بھتی نظر آنے لگی، لیکن وہ بڑے دل گردے کا آدمی تھا، جب اس کو مزار کی ہولناک تباہی کی خبر موصول ہوئی تو اس کے پاس اس کا ایک دوست، ہم وطن اور ہم قوم عبدالرحمن بن عمیر ثقفی بیٹھا تھا، مختار نے رازداری سے کہا: بخدا اس لڑائی میں غلاموں اور موالی کو جس طرح میں نے قتل کیا ہے اس کی مثال تم نے نہ دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی۔ پھر اس نے ایک ایک کر کے اپنے مخلص اور کارآمد مودہ جنرلوں مثلاً احمر بن شمیط اور ابن کامل شاکری کے نام لئے اور حسرت سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک بڑے بڑے دستوں پر بھاری تھا، عبدالرحمن: واقعی یہ

۱۔ انساب الأشراف ۲۵۵/۵۔

۲۔ تاریخ الأمم ۱۴۹/۵ و انساب الأشراف ۲۵۴/۵۔

مصیبت بہت بڑی ہے! مختار: موت تو پہر حال آکر رہے گی لیکن مجھے اپنے لئے ابن شمیط کی باعزت موت سے بہتر کوئی موت نہیں نظر آتی، شرفیوں کی باعزت موت کا کیا کہنا!

آخری مقابلہ کی تیاری

مختار نے آخری مقابلہ کی تیاری شروع کر دی، محل اور اس سے متصل بڑی مسجد کو خوب مسلح کیا اور ایک نئی فوج مرتب کر کے سامان خورد نوش ذخیرہ کر لیا، جنگ نزار سے فارغ ہو کر مصعب کی فوجوں نے چند دن آرام کیا، پھر زبیر بن عوف کی راہ سے کوفہ روانہ ہو گئیں، بصرہ سے کوفہ کا فاصلہ کوئی تین سو میل تھا، جب ادھار استرطے ہو گیا اور کوفہ کوئی سوا سو میل رہ گیا تو مصعب نے گھوڑے اور فوج کو براہ خشکی آگے بڑھا دیا اور زیادہ فوج نیز بھاری سامان کشتیوں پر لاد دیا تاکہ جتنی جلد ہو سکے کوفہ پہنچ جائے، مختار کو کشتیوں کی خبر ہوئی تو اس نے دریائے فرات پر بند باندھ کر اس کا پانی قریب کی نہروں میں منتقل کر دیا، کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں، مختار بند کی حفاظت کا کوئی موثر انتظام نہ کر سکا، مصعب کے رسالوں نے جلد ہی بند کاٹ دیا اور کشتیاں پھر روانہ ہو گئیں۔

پھر شکست

مختار نے کوفہ سے دو سو میل دور بمقام حرورہ اپنا کیمپ لگایا، یہ وہی میدان تھا جہاں پہلے قاریجی حضرت علی سے بگڑ کر جمع ہوئے تھے، مصعب

نے اپنی فوج پانچ حصوں میں تقسیم کی جن میں ایک محمد بن اشعث کی قیادت میں کوفہ سے بھاگے ہوئے عربوں پر مشتمل تھا، جنگ شروع ہوتے ہی مختار کی فوج کے بہت سے سپاہی مُصعب سے جا ملے، بڑا سخت مقابلہ ہوا، مختار برابر پیچھے ہٹتا رہا یہاں تک کہ رات ہوتے ہوتے وہ کوفہ کے بالکل قریب آگیا، یہاں اس نے بڑے ثبات اور جوش سے مُصعب کے دستوں پر چھاپے مارے، محمد بن اشعث اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے، آخری رات تک لڑکر مُصعب کے سپاہی تھکے مارے اپنے کیمپ کو لوٹ گئے، مختار کی فوج کے حوصلے پست ہو چکے تھے، ان کا ایک بڑا حصہ شہر میں رو پڑا ہو گیا، بہت سے سپاہی جدمہ منہ اٹھا بھاگ گئے، آٹھ ہزار محل کو لوٹے اور مختار کو محصور ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا، اس نے کہا: میں چھوڑ کر اس لئے نہیں آیا تھا کہ محصور ہونے کے لئے لوٹ جاؤں، لیکن خیراب چوں کہ دشمن پیچھے ہٹ چکا ہے تو چلو محل کو لوٹ چلیں، مختار نے محسوس کیا کہ اس کی فوج کا دم خم رخصت ہو چکا ہے

محل میں محصور

مُصعب نے محل کا محاصرہ کر کے شہر کی ناکہ بندی کر لی اور محل میں ہر قسم کا سامان لے جانے کی ممانعت کر دی، اس نے فیصلہ کر لیا کہ یا تو مختار بلا شرط ہتھیار ڈال دے یا اس کی فوج کو بھوک پیاس سے ہلاک کر دیا جائے، چوں کہ کنوؤں کا پانی کھاری تھا، شہر کے باشندے دریائے فرات کا پانی پیتے تھے، پانی کی روک سے محصورین کی مشکلات بڑھ گئیں، ایک مشک پانی کی قیمت پانچ سے دس روپے تک ہو گئی، مختار روز محل سے نکلتا لیکن اس

کے ساتھی اوپرے دل سے جھٹپٹیں کر کے لوٹ جاتے، جب وہ لڑنے آتے تو شہر کے لوگ چھتوں سے پتھر، کوڑا اور گندگیاں ان پر پھینکتے اور بہت سے یا ابن ذومہ یا ابن ذومہ کے پر حقارت نعروں سے مختار کا استقبال کرتے، طبری نے لکھا ہے کہ محصورین بھوکوں مرنے لگے۔

اعترافِ ہروپ

چالیس دن تک مختار محصور رہا، اس کی فوج میں غم تھا نہ ہمت، وہ تقریریں اور ایلیں کرتا، عزت و شرافت کا واسطہ دیتا لیکن ان میں حرارت عمل پیدا نہ ہوتی، عقیدت کا وہ جادو جو ان کی قوت ارادی پر حکم تھا، بے اثر ہو چکا تھا، جب وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے خود دشمن سے لڑ کر باعزت جان دینے کا ارادہ مصمم کر لیا، اس نے اپنی بیوی سے جو غالباً اس کے شہر والے نو تعمیر مکان میں تھی، اپنے کفن کا سامان منگو بھیجا، غسل کیا، جسم سر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگائی اور فدائیوں کی ایک چھوٹی سی پارٹی کے ساتھ محل سے نکل آیا، چلنے سے پہلے اس نے اپنے ایک مصاحب خاص سائب سے کہا: چلو، شرافت کے نام پر لڑیں، سائب: لوگ تو بچ رہے ہیں کہ آپ نے احیاء دین کے لئے تحریک اہل بیت اٹھائی تھی، مختار: بالکل نہیں، اہل بیت کی دعوت میں نے دنیا کی خاطر دی! میں نے دیکھا کہ عبدالملک شام پر (۹) ابن زبیر حجاز پر، مصعب بصرہ پر (۹) نجد پیامہ پر اور عبدالسدر بن خازم خراسان پر قابض ہو گئے ہیں تو میں نے بھی ان کی تقلید کی، میں ان میں کسی ایک سے بھی کم نہیں ہوں، لیکن میں نے انتقام حسین کی تحریک اٹھائی کیوں کہ اس کے بغیر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۔ الاخبار الطوال ص ۳۱۳۔

موت

یہ راز جس کے پردہ میں مختار نے اپنے اقتدار کی تعمیر کی تھی، ظاہر کے اس نے زرہ بکتر پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیا جائے، طبری کے راوی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ انیس جانباڑ تھے، ابو حنیفہ دینوری کی رائے ہے کہ اس کے ہمراہ چھ ہزار فوج تھی جو ذرا دیر دشمن کا مقابلہ کر کے پھر محصور ہو گئی اور مختار کے ساتھ اس کے گارڈ کے صرف تین سو آدمی رہ گئے، وہ مصعب کے رسالوں سے لڑتا ہوا محل کی دیوار کے پاس مارا گیا۔

مختار کی فوج کو قتل کی سزا

مختار کی محصور فوج نے بہت کوشش کی کہ اس کو امان جان دے دی جائے لیکن مصعب اپنے اس مطالبہ پر اڑا رہا کہ بلا شرط ہتھیار ڈالو، بھوک پیاس اور پیاس سے مجبور ہو کر آخر کار وہ تیار ہو گئے، ان میں اکثریت غیر عربوں (موالی) کی تھی، مصعب چاہتا تھا کہ عربوں کو معاف کر دیا جائے اور موالی کی گردن اڑا دی جائے، اس نے قبیلہ تمیم کے دانش مند لیڈر احنف بن قیس سے مشورہ کیا تو اس نے کہا خدا ترسی کا تقاضا ہے کہ سب کو معاف کر دیا جائے، لیکن کوفہ کے ان عربوں نے جو بھاگ کر پھر چلے گئے تھے اور جن کے گھر سمار اور جانداد میں ضبط کر لی گئی تھیں اس مشورہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اگر ہماری وفاداری غریب ہے تو سب کو تیر تیخ کر دیا جائے، بالآخر ان کی خواہش ہی کی جیت ہوئی۔

مختار کے ابن حنفیہ سے تعلقاً

ابن حنفیہ کی طرف سے جنگ خونریزی کی نعت

مختار جب مکہ سے کوفہ روانہ ہوا تو حضرت حسین کے چھوٹے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہ (متوفی ۱۸ھ) سے ملاقات کی اور ان سے انتقام حسین اور خلافت اہل بیت کی تحریک چلانے کی اجازت مانگی ابن حنفیہ اپنے والد اور بھائیوں کی ناکامی اور مسلمانوں کے باہمی قتل و جدال سے عبرت پکڑ کر سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ہر اس کام سے دور بھاگتے جس میں خونریزی یا مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کا اندیشہ ہوتا، انھوں نے کہا: یہ تو بلا شبہ میری خواہش ہے کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارا خون بہانے والوں کو تباہ کرے لیکن میں جنگ یا خونریزی کی اجازت نہیں دیتا، بس خدا کی مدد ہمارے لئے کافی ہے، وہی ہمارا حق دلائے گا، وہی ہمارا انتقام لے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد کوفہ کے قراء کا ایک وفد ابن حنفیہ سے مختار کی توثیق کرنے آیا تب بھی انھوں نے اس کی تحریک کی تائید نہیں کی بلکہ یہ ہم سا جواب دیا: میری یہ خواہش ضرور ہے کہ خدا جس کے ذریعہ چاہے ہمارا انتقام لے لیکن میں نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان کی جان ناحق لے کر دنیا کی حکومت حاصل کروں، لہذا آپ اقرا پر دازوں سے بچتے رہئے اور خیال رکھئے کہ ہمیں آپ کی روح یا دین ان کے دھوکوں سے غارت نہ ہو جائے۔

۱۔ انساب الاشراف ۲۱۸/۵۔

۲۔ طبقات ابن سعد ۵/۳۳۔

علی بن حسین کو ملائے کی ناکام کوشش

ابن حنفیہ کی اس بے التفاتی سے مختار کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ صاف صاف کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے اس کی تحریک کو نقصان پہنچے، اس لئے کوثر پر قابض ہونے کے بعد اس نے اپنی تحریک کا مرکز ثقل ابن حنفیہ کی بجائے حضرت حسین کے لڑکے علی زین العابدین کو بنانا چاہا، اس نے بہت سا روپیہ اور تحفے ان کو بھیجے اور لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور آپ کی خلافت کے لئے راتے عامہ ہموار کر رہا ہوں، اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے نمائندہ کی حیثیت سے خلافت کے لئے آپ کی بیعت لے لوں، علی بن حسین مختار کے مقاصد سے اچھی طرح واقف تھے، انہوں نے نہ تو روپیہ قبول کیا، نہ خط کا جواب دیا بلکہ مسجد نبوی میں جا کر برملا اس کو گالیاں دیں، اس کو کذاب و فاجر کہا جس کا مقصد اہل بیت کی آڑ لے کر دنیا طلب کرنا تھا۔

ابن عباس کا ابن حنفیہ کو مشورہ

مختار، علی بن حسین سے مایوس ہو گیا تو اس نے ابن حنفیہ کو روپیہ بھیجے اور ویسا ہی خط ان کو بھی لکھا جیسا کہ علی کو لکھا تھا اور خلافت کے خوش نما وعدوں سے ان کی اخلاقی تائید حاصل کرنا چاہی، لیکن علی ابن حنفیہ کے آڑے آئے اور کہا: یہ اُس کی چالیں ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے، اس کا ظاہر باطن ایک نہیں ہے، وہ اہل بیت کا دشمن ہے اور ضروری ہے کہ اس کی مکاری کا پول کھولا جائے اور علی الاعلا

لوگوں کو اس کے ہتکنڈوں سے باخبر کر دیا جائے، ابن حنفیہ مشورہ کے لئے ابن عباس سے ملے جو حضرت علی کے پونے پانچ سالہ دورِ خلافت میں بصرہ کے گورنر رہے تھے اور بڑے دوراندیش آدمی تھے، انہوں نے کہا: تم ہرگز مختار کی مخالفت کا لفظ زبان سے نہ نکالنا، تمہیں کیا معلوم ابن زبیر سے (جنہوں نے مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا) تمہاری کبھی نیٹے، ابن حنفیہ نے اس مشورہ پر عمل کیا اور خاموشی سا دھلی لے لے۔

ابن عباس کی اخلاقی تائید

ابن عباس کا مشورہ مختار کے دل کی آواز تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ ابن حنفیہ اس کے خلاف کچھ نہ کہیں اور وہ ان کے نام سے اپنی انگلیوں کو پروان چڑھاتا رہے، تاہم وہ برابر ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہا، اس مشورہ کے لئے وہ ابن عباس کا دل سے ممنون تھا، ابن عباس اپنے وقت کی بڑی شخصیت تھے، ان کا شمار مکہ اور مدینہ کے اکابر میں ہوتا تھا اس لئے مختار کو ان کی اخلاقی تائید بھی عزیز تھی، وہ ابن حنفیہ کی طرح ان کو بھی روپے اور تحفے بھیجنے لگا، اور ان کی اخلاقی تائید حاصل کر لی، اس بات کا ثبوت متعدد واقعات سے ملتا ہے، ابن زبیر نے جب فاتحانہ انداز سے مختار کی موت کی خبر دی تو ابن عباس کو ملال ہوا، ابن زبیر نے انداز برہمی سے کہا: تم کو ابن عبید (مختار) کے قتل کا افسوس ہے، تمہارے خیال سے وہ کذاب نہ تھا؟ ابن عباس ہم تو یہ نہیں کہیں گے، وہ ہمارے دشمنوں سے لڑا، ان سے ہمارا

۱۔ مروج الذهب مسعودی حاشیہ تاریخ ابن اثیر مصر ۶/ ۱۵۵-۱۵۶

انتقام لیا اور ہمارے دلوں کی آگ بجھائی! یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ خاندان زبیر و علی میں شدید رقابت تھی اور ان میں سے کوئی فریق دوسرے کو مقتدر دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا، ابن زبیر کے بھائی عروہ، ابن عباس سے ملے تو انھوں نے شان سے کہا: ابن عباس! خدا نے جھوٹے مختار کو غارت کر دیا، اس کا سر آگیا ہے۔ ابن عباس برحسبہ جواب دیا: ابھی ایک گھائی باقی ہے (عبدالملک بن مروان) اگر تم نے اس کو پار کر لیا تو بس تم ہی تم ہو گے، ہمارے بعض رپورٹر بتاتے ہیں کہ کسی نے ابن عباس کے سامنے مختار کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: صَلَّى عَلَيْهِ الْكِرَامُ الْكَاتِبُونَ!

ابن حنفیہ کی خدمت میں قاتلین حسین کے سر

اپنی درخشندگی کے پورے دور میں وہ ابن حنفیہ کو برابر تحریک اہل بیت کا مرکز ثقل اور اپنی کامیابیوں کا مدار بنائے رہا، وہ بے ضرر تھے کیوں کہ سیاست سے انھوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اس نے امام ہمدی، وصی بن وصی اور نبی کے بعد بہترین بشر کے رعب دار اور اچھوتے القاب سے ایک طرف ان کے دل کو گدگدایا اور دوسری طرف حامیان اہل بیت کی وفاداری کا ٹھہری کی، ان کی خوشنودی اس کو اتنی عزیز تھی کہ ایک موقع پر حیب کسی نے اس کو بتایا کہ ابن حنفیہ کہہ رہے تھے کہ ”مختار اہل بیت کا دوست بنتا ہے حالانکہ ان کے

۱۔ انساب الأشراف ۵/۲۶۵۔

۲۔ انساب الأشراف ۵/۲۶۶۔

قاتل اور دشمن اس کی خدمت میں رہتے ہیں اور شہر میں اطمینان سے
 کاروبار کر رہے ہیں، تو اس نے گرج کر کہا: مجھ پر کھانا پینا حرام ہو اگر
 قاتلین حسین میں سے کسی کو زندہ رہنے دوں! اور بڑے جوش سے قاتلین
 حسین کی پکڑ دھکڑ شروع کر دی، اس کو اپنا وہ عہد توڑنے میں بھی تامل نہ
 ہوا جس کے ذریعہ اس نے صحابی سعد بن ابی وقاص کے لڑکے اور جنگ
 کر بلا کے قائد اعلیٰ عمر کو جان و مال کی امان دی تھی، ان کو خوش کرنے کے
 لئے اس نے عمر کے لڑکے حفص کا بھی سراٹا لیا، اس نے یہ دونوں سراپا
 حَفِیۃ کی خدمت میں بھیجے اور لکھا: اے ہمدی، خدا نے مجھے آپ کے
 دشمنوں پر بلائے بے درماں بنا کر بھیجا ہے، وہ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہوئے
 یا گھربار چھوڑ کر بھاگ گئے، اُس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتلوں
 کو ٹھکانے لگایا اور آپ کے معاونوں کو فتح عطا کی، عمر بن سعد اور اس کے
 لڑکے کا سراپا کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اہل بیت کے قتل میں شرکت
 کرنے والوں میں جو جو ہمارے ہاتھ آیا ہم نے اس کو مار ڈالا ہے اور جو بچ
 گئے ہیں، وہ بھی ہمارے قبضہ میں آکر رہیں گے، میں اس وقت تک اُن
 کا پیچھا نہ چھوڑوں گا جب تک مجھے پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ روئے زمین
 پر ان میں سے کوئی منتفیس باقی نہیں رہا، اے ہمدی آپ اپنے مشوروں
 سے مجھے نوازتے رہا کیجئے، میں ان کے مطابق عمل کروں گا، اے اُمّ ابعد
 فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِ نَبِيًّا عَلٰی اَعْدَائِكُمْ فَهَمَّ بَيْنَ قَتِيلٍ وَّ اَسِيْرٍ وَّ طَرِيْدٍ
 شَرِيْدٍ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي قَتَلَ قَاتِلِيْكُمْ وَاَنْصَرُّوْا زُرِيْكُمْ، وَقَدْ
 بَعَثْتُ اِلَيْكَ بِرَاسِ عَمْرِ بْنِ سَعْدٍ وَاَبْنِهِ وَقَدْ قَتَلْنَا مِنْ شَرِكِنِي

دم الحسين وأهل بيته رحمة الله عليهم كل من قدرنا عليه
 ولن يعجز الله من بقى ولست بمنته عنهم حتى لا يبلغنى أن على
 أديم الأرض منهم إرميا، فاكتب إلى أيها المهدى برأيك
 أتبعه وأكون عليه والسلام عليك أيها المهدى ورحمة
 الله وبركاته -

کچھ عرصہ بعد مختار نے عبید اللہ بن زیاد اور شمر بن ذی جوش کے
 سر بھی ابن حنفیہ کے پاس بھیجے، ہمارے راوی کہتے ہیں کہ علی بن حسین
 مختار کی اس کارروائی سے بہت محظوظ ہوئے، مختار کو سراہا اور اس
 کے عطیے لینے لگے، لیکن ابن حنفیہ نہ تو خوش ہوئے، نہ مختار کی تعریف
 کی، نہ اُس خوں ریزی کی تائید جو انتقام اہل بیت کے نام سے اس کے
 پیرو کر رہے تھے، اس کے برخلاف وہ مختار کی شعبدہ بازیوں سے سخت
 متنفر تھے، اور ان باتوں سے بھی ناراض تھے جو اس نے ان کی طرف
 منسوب کی تھیں جیسے ان کو وصی بن وصی کا لقب دینا اور خود کو ان
 کا مامور بتانا۔

این زبیر سے خفیہ وفاداری

اگرچہ مختار نے کوفہ کی حکومت اہل بیت کے نام پر حاصل کی تھی
 تاہم کامیابی کے ابتدائی ایام میں وہ مخفی طور پر ابن زبیر سے اپنی وفاداری
 اور دوستی کا اظہار کرتا تھا، اُس نے ان کو ایک خط لکھا کہ چون کہ آپ
 کے گورنر کوفہ ابن مطیع نے عبد الملک سے ساز باز کی تھی میں نے اس کو

کوہ سے نکال دیا اور آپ کی وفاداری پر قائم ہوں، ابن زبیر نے اس دعویٰ کی توثیق کے لئے اپنی طرف سے کوہ کا ایک گورنر نام زد کر کے بھیجا لیکن مختار نے ایک چال چل کر اس کو دفع کیا، اس وقت ابن زبیر بہت پریشان تھے کیوں کہ عبدالملک نے ان سے لڑنے کی فوج بھیج دی تھی جو اس وقت وادی القریٰ کے نخلستان میں پڑی ہوئی حملہ کی تیاری کر رہی تھی، مختار نے ابن زبیر کو لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبدالملک نے جاز پر چڑھائی کر دی ہے، اگر آپ کہیں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کروں، ابن زبیر نے مختار کو لکھا کہ جلد ایک فوج وادی القریٰ بھیج دو اور عبدالملک کا لشکر آگے نہ بڑھنے دو۔

مختار پر فوج کشی

مختار نے ایک منصوبہ بنایا جو اگر کامیاب ہو جاتا تو اس کے بڑے دور رس نتائج ہو سکتے تھے، اس نے تین ہزار فوج جن میں سات سو عربوں کے سوا سب موالی تھے، وادی القریٰ کی بجائے مدینہ بھیجی، اس کی اسکیم یہ تھی کہ پہلے مدینہ پر قبضہ کرے، اس کے بعد مکہ کا محاصرہ کر کے ابن زبیر کی حکومت کا تختہ الٹ دے، ابن زبیر اس کے ارادے ناٹ گئے اور فوراً ایک فوج اس کے مقابلہ کو بھیج دی، مختار کا لشکر تباہ ہوا، ایک چھوٹی سی جماعت جان بچا کر کوہ پہنچی۔

ابن حنیفہ سے چال

اس عسکری ناکامی کو مختار نے ایک اعلیٰ ڈپلومیٹک فتح میں بدلنے

کی تدبیر کی، اس نے ابن حنفیہ کو لکھا: میں نے آپ کے لئے حجاز فتح کرنے اور آپ کے دشمنوں کو سرنگوں کرنے ایک لشکر بھیجا تھا، یہ لشکر جب مدینہ طیبہ کے پاس پہنچا تو ملحد (ابن زبیر) کی فوج آگئی اور اس کو دھوکہ دیا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اہل مدینہ کے پاس ایک بڑی فوج روانہ کر دوں اور آپ ان کے پاس اپنے نمائندے بھیج کر ان کو مطلع کر دیں کہ میں آپ کا تابع رہوں اور میں نے آپ کے حکم ہی سے ان کے پاس اپنا لشکر بھیجا ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ملحد و ظالم خاندان زبیر کے مقابلہ میں اہل مدینہ آپ کے اور اہل بیت کے زیادہ حق شناس، قدر دان اور دوست ہیں، اپنی کنت بعثت جند البحر والک البلاد ویذوخوا الاعداء، فلما صاروا بطیبة لقیهم جند الملحد فخذعوهم وغرّوهم، فان رأیت ان ابعث الی (اہل) المدینہ خیلاً وجنداً کثیراً وتبعث من قبلك رسلاً یعلموناسم انی فی طاعتک وانی بعثت من بعثت عن امرک فافعل فانک ستجدہم بمجتک اعرف و بکم اهل البيت اراؤ منہم بال الزبیر الظلمة الملحدین والسلام۔

ابن حنفیہ نے جواب دیا: تمہارا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے حقوق کا بڑا خیال ہے اور مجھے مسرور و کامراں دیکھنے کی بڑی لگن ہے، لیکن مجھے صرف وہ کام پسند ہیں جن سے خدا کی اطاعت ہو، اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے سارے کاموں میں خفیہ ہوں یا ظاہر صرف اسی کی اطاعت کرو، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں لڑنا چاہتا تو بہت سے لوگ

لہ انساب الاشراف ۵/۲۷۷۔

میرے پاس جمع ہو جاتے، لیکن میں جنگ و قتال سے محترز رہنا چاہتا ہوں اور جب تک خدا میرا انصاف کرے صبر کرتا رہوں گا، وہ بہترین منصف ہے۔ چوں کہ اس خط میں جنگ و قتال سے بے زاری کا اظہار تھا، فتا نے بتقاضائے مصلحت اس کو اپنے متبعین کے سامنے نہیں پڑھا، اس بات کا پورا احتمال تھا کہ اس کو سن کر وہ خود بھی جنگ سے بد دل ہو جائے، لہذا اس نے اہام و ایہام کا سہارا لے کر اس طرح ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کی: مہدی نے مجھے ایسی پالیسی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جس سے نیکی و خوش حالی پھلے پھولے گی اور کفر و بے وفائی کا بیج مارا جائے گا۔

ابن حنفیہؓ منظر بند

ابن حنفیہؓ سے فختار کی وفاداری کی ایک اور مثال پیش کر کے ہم یہ باب ختم کرتے ہیں، اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خاندان علی اور زبیر میں رقابت تھی، ۶۲ھ میں جب ابن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو مکہ مدینہ کے چند اکابر کو چھوڑ کر سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، ان اکابر میں ابن حنفیہؓ بھی تھے، انھوں نے کہا: جب تک سارے مسلمان متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ تسلیم نہ کر لیں گے، میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا، ابن زبیر یہ کیوں کر گوارا کرتے کہ پایہ تخت کا ایک معزز اور بارسوخ خاندان ان کی وفاداری سے خارج ہو، پہلے انھوں نے دھمکیوں سے کام لیا اور اقتصادی دباؤ ڈالا لیکن جب اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو انھوں نے

۱۔ تاریخ الأمم، ۲/ ۱۳۵۔

۲۔ تاریخ الأمم، ۲/ ۱۳۶۔

ابن حنیفہ اور ان کے متعلقین کو چاہہ نہ مزم کے پاس نظر بند کر دیا، اور ایک میعاد مقرر کی کہ اس میں بیعت کر لیں ورنہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے گا، دھمکی کو موثر بنانے کے لئے بہت سا ایندھن ابن حنیفہ کے آس پاس جمع کر دیا گیا۔

مختار سے مدد کی استدعا

ابن حنیفہ نے خفیہ قاصدوں کی معرفت خط بھیج کر مختار کو آنے والی تباہی سے مطلع کیا، مختار خط پا کر بے انتہا خوش ہوا، اس نے جامع مسجد میں ایک عام جلسہ منعقد کیا اور ابن حنیفہ کا خط سنایا جس میں انھوں نے ابن زبیر کی بدسلوکی کا ذکر کیا تھا اور حامیان اہل بیت سے اپیل کی تھی کہ پہلے کی طرح اہل بیت کے ساتھ بے وفائی نہ کریں، خط سنانے کے بعد مختار نے یہ تقریر کی: آپ کے ہمدی اور نبی کے بعد بہترین شخص کا یہ خط ہے، ان کو بھٹیروں کی طرح باڑہ میں بند کر دیا گیا ہے اور ان کو قتل ہونے اور آگ میں جلانے جانے کا ہر وقت دھڑکا لگا ہوا ہے، میں ابو اسحاق نہیں اگر ان کی مدد کا پورا پورا حق ادا نہ کر دوں، اور ان کے پاس رسالوں کا تانا نہ باندھ دوں حتیٰ کہ ابن کابلہ (ابن زبیر) کو تباہی آپکڑے! ہذا کتاب فہدیکم وصریح اہل بیت نبیکم وقد ترکوا محظوراً علیہم کیا یحظر علی الغنم، ینتظرون القتل والتحریق بالنار فی آناء اللیل وتنادی النہار ولست أبی اسحاق إن لم أنصرہم نصرأ مؤزرا وإن لم أنصرہم لیم الخیل فی أثر الخیل کالسیل یتلوک السیل حتی یجلی بآبنا انکاہلیۃ الوبلی

ابن حنیفہ کی مدد کو مختار کے دستے

چار ہزار فدائیان اہل بیت مکہ جانے کو تیار ہو گئے لیکن مختار کا مقصد نہ حجاز جیسے بے آب و گیاہ خطہ میں اتنی بڑی فوج بھیج کر اس کے بھاری مصارف برداشت کرنا تھا اور نہ وہ ابن زبیر سے عسکری مقابلہ کرنا چاہتا تھا، اس کے سامنے بصرہ اور شام کے زیادہ اہم اور خوفناک دشمن تھے، اس کا مقصد محض یہ تھا کہ ابن حنیفہ کو نظر بندی سے رہا کر کے ان پر اپنی وفاداری ٹبر سن کر دے، اس نے پہلے ستر آدمی اور پھر چھ سو اسی جو اڑن پر مشتمل کئی اور دستے بھیجے، اور ابن حنیفہ کو لکھا کہ فوج کا ایک زبردست سیلاب آپ کی مدد کو آ رہا ہے، مکہ کے قریب چند دستے متحد ہو گئے اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے حرم کعبہ پر اچانک دھاوا کر دیا، ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے، مختار نے تلوار لے کر حرم میں جانے سے منع کر دیا تھا، لیکن یہ لوگ تھے پوری طرح مسلح، انہوں نے زمین پر ہن رہی تھیں اور تلواریں کپڑوں کے نیچے چھپالی تھیں، ڈنڈے لئے اور یا لٹارات ^{الحسین} (چلو حسین کا انتقام لینے!) کے نعرے لگاتے وہ زرم کے اس باڑہ پر پہنچے جہاں ابن حنیفہ مع متعلقین کے نظر بند تھے، انہوں نے دشمن خدا ابن زبیر سے لڑنے کی ابن حنیفہ سے اجازت مانگی لیکن انہوں نے اجازت نہ دی، ابن زبیر نے حقارت سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابن حنیفہ یا ان کے متعلقین کو بغیر بیعت کے چھوڑ دوں گا؟ مختار کی فوج کا کمانڈر اگڑا کر بولا: تم کو چھوڑنا پڑے گا ورنہ تلواریں بنام سے باہر آجائیں گی، اس کے بعد طرفین میں کافی بد کلامی ہوئی، ابن حنیفہ نے

اپنے فریق کو روک لیا، اس کے بعد چار سو قدایتوں کے فریقین دستے بہت سا روپیہ لے کر کوفہ سے آگئے اور حرم کعبہ میں داخل ہو کر یا لشاراؓ الحسین کے خوب نعرے لگائے، ان کو دیکھ کر ابن زبیر گھبرا گئے، نو واردوں نے ابن حنفیہؓ اور متعلقین کو باڑھ سے نکالا اور ابن زبیر پر لعنت ملاحت کر کے مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں جس کا نام شعب علی تھا، خیمہ زن ہوئے۔

ایک لطیفہ

مشہور ادیب اصمعی (متوفی ۲۱۶ھ) نے ابو عمرو بن علاء (متوفی ۱۵۴ھ) کی سند پر یہ لطیفہ نقل کیا ہے: ”ابن حنفیہؓ نے (شاید زرم میں نظر بندی کے بعد) کوفہ جانے کا ارادہ کیا، مختار کو اس کی خبر ہوئی تو وہ گھبرایا اور اس نے اپنے متبعین سے کہا: مہدی کی علامت یہ معجزہ ہے کہ اگر ان پر تلوار کا وار کیا جائے تو ان کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا، ابن حنفیہ کو اپنے وفادار کی یہ رائے معلوم ہوئی تو انھوں نے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

فخریتا

مختار فرقہ کیسانہ کا منبع یا موسس بتایا جاتا ہے، کیسانہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ جیب مختار لڑکا تھا تو حضرت علیؓ کے سر پر ہاتھ پھیر کر یا کٹیس یا کٹیس (اے ذہین، اے ذہین) کہتے تھے، اس مناسبت سے اس کا نام کیسان پڑ گیا اور اس فرقہ کا جو اس کی طرف منسوب ہے کیسانہ، دوسرا قول یہ ہے کہ مختار کی ذہانت

۱۔ انساب الأشراف ۵/۲۶۹۔

۲۔ تاریخ التواریخ ۹/۵۲۲۔

وظفانت دیکھ کر ابن حنفیہ نے اس کو کیسان کا لقب دیا تھا، تیسری رائے یہ ہے کہ کیسان یہ مختار کے کارڈ کمانڈر ابو عمر کیسان کی طرف منسوب ہے جو مختار کا رازدار اور مصاحب تھا اور حضرت علی اور ابن حنفیہ کو بعید از قیاس صفات سے متصف کیا کرتا تھا، اس فرقہ کے اہم نظریات یہ ہیں:

(۱) ابن حنفیہ امام ہدی ہیں۔

(۲) وہ وحی ہیں یعنی حضرت علی نے اپنے بعد ان کو امام بنایا تھا اور اہل بیت کو تاکید کی تھی کہ پوری طرح ان کی اطاعت کریں۔

(۳) حضرت حسن ان کے حکم ہی سے امیر معاویہ سے لڑنے نکلے تھے اور انہی کے حکم سے انہوں نے امیر معاویہ سے صلح بھی کی تھی۔

(۴) حضرت حسین ان کے حکم ہی سے یزید سے لڑنے گئے تھے۔

(۵) ابن حنفیہ کا حکم نہ ماننے والا کافر اور مشرک ہے۔

(۶) ابن حنفیہ نے مختار کو عراق کا حاکم بنا کر بھیجا اور اس کو حکم

دیا کہ حضرت حسین کا انتقام لے اور ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو تباہ کرے۔

فرقہ کیسان کی دو بڑی شاخیں ہو گئیں: ایک شاخ کا عقیدہ

تھا کہ ابن حنفیہ صرف مرتے وقت تک امام تھے، دوسری شاخ کا عقیدہ

ہے کہ وہ مرے ہی نہیں بلکہ رعنوی پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں اور کسی مناسبت

موقع پر ظاہر ہو کر دنیا کو برائیوں سے پاک کریں گے، یہ شاخ ان تمام

باطنی شیعہ تحریکوں کا سرچشمہ ہے جن سے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ

سہ فرق الشیعہ تونجی ۱۹۳۱ء استنبول ص ۲۲۔

۲۵ الملل والنحل شہرستانی لندن ۱۱۱/۱ و مروج الذهب حاشیہ تاریخ کامل

بھری ہوئی ہے اور جنہوں نے ان کی ملی وحدت کے پُرزے کر دئے ہیں اور نظری تندرستی کو تباہ کر دیا ہے۔

مختار کے ابن زبیر سے تعلق

امیر معاویہ کی زبیر کو وصیت

عربوں کے دانشمند بادشاہ امیر معاویہ (متوفی ۶۴۴ء) نے مرتے وقت زبیر کو وصیت کی تھی : مجھے تمہارے خلافت چار آدمیوں سے خطرہ ہے : حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر، اور عبداللہ بن زبیر، حسین بن علی کے بارے میں میرا گمان غالب ہے کہ حامیان اہل بیت خلافت کے لئے اس سے ضرور بغاوت کرائیں گے، اگر وہ خلافت طلب کرنے نکلے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کو معاف کر دینا، رہا ابن عمر تو وہ وقت عبادت ہے اور اگر خلافت از خود اس کو مل جائے تو خیر ورنہ وہ اس کے لئے جدوجہد نہیں کرے گا، عبدالرحمن بن ابی بکر تو اس کو نہ شہرت حاصل ہے نہ رسوخ جس کے بل پر وہ خلافت کی کوشش کرے الا یہ کہ آپ سے آپ اس کو مل جائے، البتہ جو شیر کی طرح سینہ کے بل گھات میں بیٹھے گا اور لوٹری کی طرح تمہارے ساتھ چالیں چلے گا اور موقع پاتے ہی تم کو آدباٹے گا، وہ ہے عبداللہ بن زبیر، اگر وہ ایسا کرے اور تمہارے ہتھے چڑھ جائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، لیکن اگر وہ تم سے مصالحت کا خواہش مند ہو تو اس کی خواہش پوری کرنا اور حتی الامکان اپنی قوم کی خوں زبیری سے بچتے رہنا،

اور ان کے غیظ و ناخوشی کو اپنے علم و فیاضی سے ٹھنڈا کرنا ہے

عبدالمدین زبیر خلافت کے خواہشمند

عبدالمدین کے والد زبیر بن عوام (متوفی ۳۶ھ) ان چھ ممتاز صحابہ میں تھے جن کو عمر فاروق نے خلافت کا اہل سہما تھا اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ان میں سے کسی ایک کو اکثریت رائے سے خلیفہ منتخب کر لیا جائے، زبیر بن عوام خلافت کے خواہشمند تھے لیکن قرعہ انتخاب عثمان غنی کے نام پڑا، تاہم خلافت کے لئے انھوں نے کوشش برابر جاری رکھی اور آخر کار اسی کی راہ میں جان دی، ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالمدین میں خلافت کی اُمناں پالنے لگے، وہ حضرت خدیجہ کے پوتے اور حضرت عائشہ کے بھانجے تھے، انھوں نے اپنے استحقاق خلافت کی بنیاد ایک طرف قرابت رسول اور دوسری طرف کثرت عبادت و ریاضت پر رکھی، امیر معاویہ کی عین حیات وہ خاموشی سے اپنے غیر معمولی صوم و صلاۃ سے خلافت کے لئے اپنے حق میں رائے عامہ تیار کرتے رہے، مدینہ میں دو شخص ان کے مد مقابل تھے، حضرت حسین اور عبدالمدین عمر اور ان میں سے ہر ایک کے طرفدار موجود تھے، ابن زبیر نے یہ تجویز پیش کی کہ امیر معاویہ کے بعد نیا خلیفہ الیکشن کے ذریعہ منتخب ہو، لیکن درپردہ وہ مکہ، مدینہ اور دوسرے بڑے شہروں میں اپنی خلافت کے لئے زمین ہموار کرتے رہے، ۳۶ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور زبیر نے خلافت سنبھالی تو انھوں نے اپنی خلافت کی ہم تیز تر کر دی، یزید کے خلاف

لے الاخبار الطوال ص ۲۴۰

۳۶ھ حضرت خدیجہ ان کے والد زبیر کی بیوی تھیں اور رسول اللہ کی بیوی صفیہ ان کی پردہ

خوب پروگنڈا کیا اور کرایا اور اس کی بیعت سے انکار کر کے خانہ کعبہ میں مقیم ہو گئے اور خود کو عائد البیت اور مستحیر باللہ کہنے لگے۔

خلافت کا اعلان

اگلے سال حادثہ کربلا کے بعد انھوں نے حالات سازگار دیکھ کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، مکہ مدینہ کے لوگوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی، لیکن ابن حنیفہ اور عبدالسد بن عمر نے ان کی بیعت نہیں کی، وہ کہتے کہ جب تک سب مسلمان تم کو خلیفہ نہ مان لیں گے ہم بیعت نہیں کریں گے، اُس وقت کے سیاسی تقلبات پر ایک صحابی ابو بزرہ اسلمی کا تبصرہ سنئے: عربو! تم کو اُس فقر، ذلت اور گمراہی کا حال خوب معلوم ہے جس میں تم مبتلا تھے، تم کو اسلام و محمد کے ذریعہ خدا نے سر بلند کیا، اور ان کی بدولت تم کو وہ خوش حالی میسر ہوئی جس سے تم متمتع ہو، لیکن یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی محبت نے تمہارے باہمی تعلقات خراب کر دیئے ہیں، شام میں مروان و دنیا کی خاطر لڑ رہا ہے، اور مکہ میں ابن زبیر اور جن لوگوں کو تم عالم قرآن (قرآن) کہتے ہو وہ بھی محض دنیا کے لئے لڑتے ہیں۔

عین اُس وقت جب زبیر بن معاویہ کی فوجیں کعبہ پر پتھر برسائی تھیں اور ابن زبیر مختار کے قیمتی تعاون سے اپنے مقدر و رکھبر مقابلہ کر رہے تھے، زبیر کا انتقال ہو گیا (ربیع الاول ۱۱ھ) یہ خیر شامی فوجوں کو ہونی تو انھوں نے حصار اٹھالیا اور شام لوٹ گئیں، حجاز، عراق، خراسان

اور موصل وغیرہ کے گورنروں نے ابن زبیر کی خلافت تسلیم کر لی، لیکن شام کے اموی اکابر نے مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کیا، ۶۶۵ء میں مروان اور ابن زبیر کے حامیوں کے درمیان بمقام مرج راحط (شام) ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مروان جیتے، چند ماہ خلیفہ رہ کر رمضان ۶۶۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے عبدالملک نے خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی خلیفہ ہو کر اس نے ایک فوج ابن زبیر کی بساطِ خلافت اٹھنے حجاز اور دوسری مختار کا دستھراؤ کرنے کو بھیجی۔

مختار کے کوہ جانے کا سبب اصلی و مصلحتی

ہم ذکر کرتے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ خلیفہ ہو کر وہ سب سے اہم منصب اس کو عطا کریں گے، یہ منصب عراق کی گورنری تھا، لیکن ابن زبیر نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، ان کے خلیفہ ہونے کے پانچ ماہ بعد تک وہ انتظار کرتا رہا لیکن انھوں نے اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا، مجبور ہو کر اس نے کوہ میں قسمت آزمائی کی جہاں کوہ جانے کی وجہ سے متعلق ہمارے مورخوں نے دو قول بیان کئے ہیں ایک یہ کہ اس وقت کوہ میں انتقام اہل بیت کی زوردار تحریک چلی ہوئی تھی، اور اس نے اپنے لئے فضا ساز گار دیکھ کر ادھر کا رخ کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ابن زبیر کے نمائندہ کی حیثیت سے گیا تھا، بلاذری نے الساب الاشراف میں یہ دونوں قول نقل کئے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ دونوں صحیح ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلا قول اس کی روانگی کا سبب اصلی ہے اور دوسرا سبب مصلحتی، اہل بیت کی آڑ سے سر بلندی حاصل

کرنے کا وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا، لیکن یہ قرار داد ابن زبیر کے سامنے
وہ کیوں کر رکھتا، ایسا کرنے سے اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جاتا،
اس لئے ضروری تھا کہ وہ ابن زبیر کے خیر خواہ اور وفادار کی حیثیت سے
وہاں جاتا۔

مختار کی پالیسی

کوفہ پہنچ کر اس نے اپنے منصوبہ کے مطابق کام کیا اور ابن زبیر
کے گورنر کو نکال کر کوفہ اور اس کی عملداری پر قابض ہو گیا، لیکن وہ
چالاک آدمی تھا، اس نے کھلی کر اب بھی ابن زبیر کی مخالفت نہیں ظاہر
کی، اس کی پالیسی یہ قرار پائی کہ جب تک ممکن ہو، جب تک حامیان
اہل بیت کی نظر میں اس کی وفاداری مشتبہ نہ ہو، وہ ابن زبیر کا مصنوعی
دوست اور وفادار بنا رہے، چنانچہ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس
نے ابن زبیر کو لکھا :

”ابن مطیع نے آپ کی وفاداری ترک کر کے عبدالملک سے
ساز باز شروع کر دی تھی، عبدالملک کی نسبت آپ ہم کو زیادہ پسند
ہیں، اس لئے میں نے اس کو نکال کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔“

اگلے خط کا مضمون یہ تھا: آپ کو میری خیر اندیشی کا خوب علم ہے،
اور جس خلوص و شجاعت سے میں آپ کے دشمنوں سے لڑا تھا اس
سے بھی آپ اچھی طرف واقف ہیں، آپ کو وہ وعدہ بھی یاد ہو گا جس کو
میری خدمت کے عوض آپ نے پورا کرنے کا ذمہ لیا تھا پھر جب میں
نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اپنی ذمہ داری پایہ تکمیل کو پہنچا دی تو آپ نے

اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، اس کے نتیجے میں آپ نے دیکھ لیا جو میں نے
 کیا، آپ اپنے عہد کو اگر اب بھی پورا کر دیں تو میں آپ کی اطاعت کے
 لئے تیار ہوں، آپ میرا بھلا چاہیں گے تو میں بھی آپ کا بھلا چاہوں گا۔
 ”أما بعد فقد عرفت مناصحتي كانت لك، وأجتهد في
 طاعتك ونصرتك وما كنت أعطيتني من نفسك، فلما
 لك خست لي ولم تعترف لي بما عاهدتني، فكان مني ما
 كان، فإن تراجعني أراجعك وإن ترد مناصحتي أنصح لك“

مختار کی آزمائش

مختار کی آزمائش کے لئے ابن زبیر نے اپنی طرف سے ایک گورنر
 کوفہ بھیجا، مختار کے جاسوسوں نے چونکہ اور مدینہ میں موجود تھے اس
 کو اس کارروائی کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ نامزد گورنر کو ابن زبیر
 نے سفر خرچ کے لئے صرف پندرہ ہزار روپے دئے ہیں، یہ کافی پریشان
 کن خبر تھی، نامزد گورنر اگر کوفہ میں داخل ہو جاتا تو مختار کی پوزیشن سخت
 خطرہ میں پڑ جاتی، حامیان اہل بیت کو ابن زبیر سے اس کی ساز باز کا
 علم ہو جاتا اور اہل بیت کی وفاداری کا جادو ٹوٹ پھوٹ جاتا، مختار نے
 اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی ایک تدبیر سوچی، اپنے عزیز زائدہ
 بن قدامہ کو پینتیس ہزار روپے دئے اور کہا: یہ لو اور کوفہ سے دور صحراء
 میں ابن زبیر کے نامزد گورنر کو جا پکڑو، اپنے عقب میں پانچ سو آہن
 پوش سواروں کا ایک دستہ تیار رکھو، نامزد گورنر کو یہ روپے دینا

اور کہنا یہ اس رقم سے دُگنے ہیں جو تم نے سفر پر خرچ کی ہے، ہم اُس کا
تاوان تم پر ڈالنا نہیں چاہتے (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بصورت
والپسی ابن زبیر گورنر سے تاوان وصول کریں گے) یہ لو اور لوٹ جاؤ،
اگر وہ مان جائے تبہا ورنہ عقب میں چھپا رسالہ اس کو دکھا دینا اور
کہنا کہ ایسے ایسے سو رسالے اس کے پیچھے ہیں، زائدہ بن قدامہ نے
ہدایت کے مطابق عمل کیا، پہلے نام زد گورنر نے روپیہ لینے سے انکار
کیا اور کہا: مجھے امیر المؤمنین نے گورنر بنا کر بھیجا ہے اور میں ان کے حکم
کی تعمیل کروں گا، لیکن جب زائدہ نے رسالہ بلایا تو وہ ڈر گیا اور روپیے
لے کر بصرہ چلا گیا، ابن زبیر کو صورت دکھانے کی اس کو جرأت نہ ہوئی۔

نئی مثال

نام زد گورنر کو دفع کرنے کے بعد مختار نے ابن زبیر کا غصہ ٹھنڈا
کرنے کی ایک نئی چال چلی جو بی کے پنجہ کی طرح بظاہر بالکل بے ضرورت تھی،
عبد الملک بن مروان کی فوجیں مدینہ کے نزدیک وادی القریٰ نے نخلستان
میں فزوکش تھیں اور حملہ کی تیاری میں مصروف، ابن زبیر کی فوجیں
تعداداً ہتھیار اور صلاحیت میں عبد الملک کے لشکر سے اتنی ہی مختلف
تھیں جتنا بنجر حجاز، زرخیز شام سے، ابن زبیر کو ایک طاقت ور اور
کی شدید ضرورت تھی، اس وقت مختار نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ
ابن مروان نے حجاز پر چڑھانی کر دی ہے، اگر آپ پسند کریں تو میں فوج
بھیج کر آپ کی مدد کروں! ابن زبیر نے جواب دیا: اگر تم میرے وفادار ہو

تو میں ناپسند نہیں کروں گا کہ تم ایک لشکر میرے ملک میں بھیجو، تم اہل کوفہ سے میری بیعت لے لو، جب مجھے اس کی اطلاع ملے گی تب ہی تمہاری صداقت کا مجھے یقین ہوگا، اور میں تمہارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا، تم جلد اپنا لشکر بھیجو اور اس کو ابن مروان کی فوج کا مقابلہ کرنے وادی القریٰ جانے کا حکم دو جہاں وہ خیمہ زن ہے۔ اما بعد فان كنت على طاعتي فليست اكره ان تبعث الجيوش الى بلادى وتبايع لى الناس قبلك فاذا ائتني ببعثك صدقت مقاتك وكففت جنودى عن بلادك وعجل على بتسير الجيوش الى الذى انت باعته ومرهم فليسيروا الى من يوادى القرى من جند ابن مروان فليقاتلوهم والسلام

مدینہ پر چڑھائی اور شکست

فخار نے تین ہزار بہادروں کی ایک فوج جس میں سات سو عربوں کے علاوہ سب موالی اور غلام تھے، شریل بن دریس کی قیادت میں وادی القریٰ کی بجائے مدینہ بھیجی، کمانڈر کو حکم تھا کہ جا کر مدینہ پر قبضہ کرے، اسلیم یہ کہتی کہ مدینہ پر قبضہ کے بعد وہ کوفہ سے فرید رسد بھیجے گا اور مکہ میں ابن زبیر کا خاتمہ کر کے شام کے غنیمت کا مقابلہ کرے گا، ابن زبیر جن کو معاویہ جیسے دامانے لوٹری سے تشبیہ دی تھی، کب دھوکے میں آنے والے تھے، وہ فخار کی اسلیم تار گئے، انہوں نے مکہ سے دو ہزار آدمی مدینہ بھیجے، اور اپنے کمانڈر کو ہدایت کی کہ راستے

سے عرب بدوؤں کو فوج میں بھرتی کر لے، اور مختار کی فوج اگر اس کے احکام بجالائے تو خیر و نہ کسی چال سے اس کو تباہ کر دے، دونوں کمانڈر اپنی اپنی فوج کے ساتھ رقیم نامی نخلستان میں ملے، ابن زبیر کے کمانڈر نے شرجیل بن دوس سے کہا کہ دشمن زادی القری میں ہے، میرے ساتھ چل کر اس کا مقابلہ کرو، شرجیل نے کہا کہ مجھے مدینہ جانے کا حکم ہے، وہاں پہنچ کر مختار کو لکھوں گا اور ان کے حکم کے مطابق اگلا قدم اٹھاؤں گا، ابن زبیر کے کمانڈر کا شبہ پکا ہو گیا، اس نے کہا: بہتر ہے آپ ہدایت کے مطابق کام کیجئے! پھر اس نے کچھ تحفے، آٹا اور بکریاں شرجیل کو بھیجیں اور محبت یگانگت کا اظہار کیا، شرجیل کا لشکر خوراک کی قلت سے مصیبت میں تھا، بکریاں اور آٹا پا کر اس کے فوجی بہت خوش ہوئے اور ہتھیار اتار کر کھانا تیار کرنے میں مشغول ہو گئے، اس وقت ابن زبیر کے ہزار سپاہیوں نے اچانک حملہ کر دیا، شرجیل کے آدمی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے اور لقمہ تلوار بن گئے، جو بچے ان میں سے اکثر بھوک پیاس سے راستہ میں مر گئے، معدودے چند تباہی کی خبر دینے کو فہ پہنچے، اس شکست کا مختار پر جو اثر ہوا اور اس نے جس طرح اس کو ایک اول درجہ کی ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی، ہم ابن حنفیہ سے اس کے تعلقات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔

تالیف قلب کی آخری کوشش

مختار نے ابن زبیر کی تالیف قلب اور ان کی ممکن سزا سے بچنے کی

ایک چوتھی کوشش جو غالباً آخری تھی اور کی، وہ عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ کے لئے ایک زبردست فوج بکھینے کی تیاری میں مشغول تھا اور گوکہ وہ کھل کر ابن زبیر کے سامنے دشمن کی طرح نہ آیا تھا، ابن زبیر اس کی طرف سے بدظن ہو گئے تھے، اور اس کو یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ کوئی فوج اس کی سہر کو بی کے لئے نہ بھیج دیں اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے، اس خطرہ کو وہ ابن زیاد سے نٹنے تک اپنی ڈپلومیسی سے مالتا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ابن زبیر کو لکھا :-

”میں نے کوفہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اگر آپ پانچ لاکھ روپیے کی مجھے منظوری دے دیں (یعنی کوفہ کے خزانہ سے) تو میں شام پر حملہ کر دوں اور آپ کو اس مہم کی زحمت سے بچا لوں۔ یہ خط پڑھ کر ابن زبیر آگ بگولا ہو گئے اور پوچھے: ثقیف کا یہ کذاب مجھے کب تک دھوکا دیتا رہے گا اور میں اس کو! پھر یہ شعر پڑھا:

عاری الجواعر من ثمود
عبد ویزعم أنه من یقدم

وہ ننگے کوطھوں والا، قبیلہ ثمود کا غلام ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میرا تعلق یقدم کے معزز قبیلہ سے ہے! انھوں نے مختار کو ایک نہایت سخت خط لکھا جس میں تھا کہ میں ایک درہم تک کی منظوری نہیں دے سکتا۔ اس خط کے بعد مختار کو یقین ہو گیا کہ مصالحت سے ابن زبیر کے ساتھ نبھاؤ ناممکن ہے اور ڈپلومیٹک طریقوں سے کوفہ کی حکومت ان سے لینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا پتھر سے تیل نکالنا، حالات بھی بدل گئے تھے، اس کی یوزیشن مضبوط ہو گئی تھی اور شام کا خطرہ بڑی حد تک

دور ہو گیا تھا، اس کا سپہ سالار ابراہیم بن اشتر ابن زیاد کی ساٹھ ہزار فوجوں سے ٹکر لے کر کے اس کا سر اُتار چکا تھا، لہذا اس نے مناسب سمجھا کہ وہ پلوں کے وفاداری کا نقاب اُتار دے، اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ابن زبیر کے سامنے آکھڑا ہو، چنانچہ اس نے ابن زبیر کے خلاف پروپگنڈا شروع کر دیا اور اپنی وفاداریاں کلیتہً اہل بیت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔

بصرہ میں مختار کی تحریکِ مثنیٰ کی قیادت میں

تو ابین شیعوں کا جو رمضان ۶۵ھ میں ابن زیاد سے لڑنے سلیمان بن صرد کی قیادت میں کوفہ سے نکلے تھے، پہلے ذکر ہو چکا ہے، ان کا عین وردہ (میسوپوٹامیہ) میں ابن زیاد سے مقابلہ ہوا، سلیمان بن صرد اور اکثر تو ابین مارے گئے، سلیمان کا نائب اور جانشین مثنیٰ بن محرزہ عبیدی نائبِ مقاومت نہ لاکر بقیۃ السیف تو ابین کے ساتھ کوفہ لوٹ آیا، اس ہم بصرہ کے شیعوں کی بھی ایک جماعت گئی تھی ان میں سے بھی کچھ لوگ بچ گئے اور بصرہ لوٹ آئے، مثنیٰ جب واپس ہوا تو مختار گورنر کوفہ کی قید میں تھا، اور اس کی تحریک تیزی سے پھیل رہی تھی، مثنیٰ بصرہ اپنے ساتھیوں کے تحریک میں شامل ہو گیا، مختار سے قید میں ملا اور اس کا سرگرم کارکن ہو گیا، قید سے نکل کر مختار نے اس کو بصرہ میں تحریکِ اہل بیت چلانے پر مامور کیا، بصرہ کے حامیان اہل بیت نے مثنیٰ کا خیر مقدم کیا، وہاں کے اکثر باشندے عثمانی میلاں کے تھے اور اہل بیت کی نسبت ان کو بنو امیہ سے زیادہ لگاؤ تھا، پھر بھی میان اہل بیت کی ایک اقلیت وہاں موجود تھی، مثنیٰ کے ہم خیال بڑھ گئے، اور وہ بصرہ کی حکومت اٹھانے

کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا، جب کوفہ میں مختار کو مہیابی ہوئی اور حکومت اس کے ہاتھ آگئی تو مُشَنی نے بصرہ میں انقلاب کی تیاری تیز کر دی۔

مُشَنی ناما کام

ابن زبیر کے گورنر (حارث بن عبداللہ المعروف بقبارع) کو مُشَنی کے ارادوں کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے پولیس افسر کو ایک رسالہ دے کر مُشَنی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے بھیجا، مُشَنی کی طرف سے اس کا ایک مقرب مقابلہ آیا اور اس نے پولیس افسر کو شکست دی، حالات خراب ہو گئے، شہر میں جنگی فضا پیدا ہو گئی، بصرہ میں کوفہ سے زیادہ قبائلی رقابتیں تھیں، ربیعہ اور تزار، شمالی عرب و جنوبی کے تعصبات عربوں کی زندگی کو غیر روزمرہ کئے ہوئے تھے، مُشَنی کے حمایتیوں میں قبیلہ عبد القیس کے کافی لوگ تھے، گورنر نے مشہور عالم احنف بن قیس کو قبائل ربیعہ اور مُضَرَ کے سپاہیوں کے ساتھ مُشَنی سے لڑنے بھیجا، ربیعہ اور بکر بن وائل میں جن کی عبد القیس ایک شاخ تھا، سخت عداوت تھی، مُشَنی کو شکست ہوئی، اس نے اور اس کے ساتھیوں نے عبد القیس کے پاس پناہ لی، بکر بن وائل کا سردار مالک بن مسمع یہ کس طرح برداشت کرتا کہ اس کی پناہ میں آنے والوں سے تعرض کیا جائے، وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ احنف کے مقابلہ کو نکل آیا، اس کو مختار کی تحریک سے کوئی دلچسپی نہ تھی، لیکن عربوں میں ہمان اور پڑوسی، بالخصوص ہم نسب ہمان اور پڑوسی کے

حقوق ہر حق سے زیادہ تھے، اس کے نکلنے کا سب سے بڑا سبب یہی تھا، بصرہ کے قبیلے باہم متصادم ہونے ہی والے تھے کہ کوفہ کے سابق گورنر ابن مطیع اور دوسرے سمجھدار مقامی اکابر نے مصالحت کرادی، مثنیٰ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ دیا گیا کہ چونکہ عوام تمہاری تحریک سے ہمدردی نہیں رکھتے اور تمہاری قوت بھی کم ہے اس لئے تم شہر چھوڑ دو، خود مثنیٰ حالیہ شکست کے بعد یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی توقعات پوری نہیں ہوں گی، وہ کوفہ چلا گیا، وہاں اس نے مختار سے احنف کی جو گورنر بصرہ کے حکم سے فوج لے کر آگیا تھا، شکایت اور مالک بن مسعم کی تعریف کی جس نے شکست کے بعد اس کو اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی تھی۔

ناکامی کے بعد کا بصرہ کو اسلے

بصرہ اور کوفہ بہن بھائی اور عرب قوت کے سب سے بڑے مرکز تھے، ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بڑے بڑے صوبے تھے جن کے محصولات سے یہاں کے کئی لاکھ عرب فاسخانہ شان سے زندگی گزارتے، یزید بن معاویہ کی موت کے بعد بصرہ اور اس کے ماتحت علاقوں نے ابن زبیر کی بیعت کر لی تھی، مختار کو سب سے زیادہ خوف بصرہ کی طرف سے تھا، جازات نامفلوک الحال خطہ تھا کہ اول تو اس میں کوئی بڑا لشکر بھیجنے کی صلاحیت ہی نہ تھی، دوسرے ابن زبیر کو شام کا ہولناک دشمن بھی کب اس کی اجازت دیتا، مختار کو اندیشہ یہ تھا کہ ابن زبیر بصرہ سے اس کے خلاف کوئی فوج نہ بھجوادیں جس سے مقابلہ کرنا ہی اس کے لئے مشکل نہ ہو بلکہ جس سے لشکر وہ اتنا کمزور بھی ہو جائے

کہ شام کے دشمن سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اس لئے مُنثنی کی ناکامی کے باوجود مختار نے وہاں کے لوگوں کو تھپکتے رہنا ضروری سمجھا، اُن کے تعاون سے محروم ہو کر اُن کی عداوت سے بچا رہنا اور زیادہ اہم ہو گیا تھا، اس کو معلوم ہوا تھا کہ احنف بن قیس اپنا قبیلہ لے کر حامیان اہل بیت سے لڑنے آ گیا تھا، اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بکر بن وائل کے سردار ملک بن مسمع اور زیاد بن عمرو عتقی نے مُنثنی کو پناہ دی تھی اور آخر وقت تک اس کا ساتھ دیا تھا، اس نے ان اکابر کی وفاداری حاصل کرنے یا کم از کم ان کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے مخصوص پانسے پھینکے جن کا کچھ ذکر تاریخ میں محفوظ رہ گیا ہے، احنف کو اس نے لکھا:

حیرت اور افسوس ہے ربیعہ اور مُضَرَ کی اس بُری حرکت پر جو اُن سے سرزد ہوئی! (مُنثنی کے خلاف ان کے خروج کی طرف اشارہ ہے) بلاشبہ احنف نے اپنی قوم کو درخ میں دھکیل دیا ہے، میں قضا و قدر کو نہیں بدل سکتا نہ اس پیش گوئی کو جو آسمانی کتابوں میں ہو چکی ہے، میری جان کی قسم! اگر تم مجھ سے لڑے اور مجھے کذاب کا لقب دیا تو ہر زمانہ میں لوگ انبیاء کو جھوٹا بتاتے رہے ہیں، اور میں ان سے بہتر کب ہوں!

”أما بعد فويل أم ربيعة ومضرة من سوء أمر قد حضرو
 وإن الأحنف قد أورد قومه سقر، وإني لا أملك القدر
 وما خُط في الزعم، ولعمري لئن قاتلتموني وكذبتوني فقد كذب
 من كان قبلي وما أنا بخير منهم“

۱۔ انساب الاشراف ۲۲۵/۵

۲۔ انساب الاشراف ۲۲۵/۵

مالک بن مسعم اور زیاد بن عمرو عتکی کو بھیجے ہوئے خط کا مضمون یہ تھا:
میرا حکم مانو اور اطاعت کرو اور جو ہدایتیں تم کو دی گئی ہیں ان میں بہتر ہمیشہ
عمل کرتے رہو، اگر ایسا کرو گے تو دنیا میں جو چاہو گے تم کو دوں گا، اور
مرنے کے بعد تمہاری جنت کا کفیل ہوں گا۔

”أَمَا بَعْدَ فَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَمَا عَلَى أَحْسَنَ مَا أَوْتَيْتُمَا
أَوْ تِلْكَ مِمَّنْ الدُّنْيَا مَا مِثْلُهَا وَأُضْمِنُ لَهَا الْجَنَّةَ إِذَا تَوَقَّيْتُمَا“
مالک یہ خط پڑھ کر منسا اور زیاد سے بولا: ثقیف کا بھائی ہمارے
ساتھ بڑا فیاض ہے دنیا اور آخرت دونوں دے رہا ہے! زیاد نے
مسخرے پن سے کہا: ہم ادھار کے وعدہ پر نہیں لڑتے، جو تقدیر دے
گا اس کی طرف سے لڑیں گے! ”ایسا ہی ہوا، مختار کے ہتکنڈے
کار گرنہ ہوتے اور سال بھر بعد جب مصعب بن زبیر (گورنر بصرہ)
مختار سے لڑنے نکلا تو مالک بن مسعم کے ہتکنڈے تلے بکر بن وائل اور
اور زیاد بن عمرو عتکی کی قیادت میں ازد کے قبیلے تھے، مصعب کا نقد
مختار کے ادھار پر غالب رہا۔

مختار کی لڑائیاں

مختار کا اقتدار بقول مصنف استیعاب سولہ ماہ، بقول طبری
واہ عینفہ وینوری اٹھارہ ماہ اور تبصریح بلاذری تین سال رہا، اس
عرصہ میں اس کی فوجیں آٹھ سو چوں پر لڑیں اور دو پر محض ڈیڑھ سو
کامیابی حاصل کر کے لوٹ آئیں، ان لڑائیوں کے اسباب پہلے بتاتے
جا چکے ہیں، یہاں ہم ان کو زمرنی ترتیب کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱۔ جنگ کوفہ

۶۶ھ میں واقع ہوئی، یہ مختار کی پہلی جنگ تھی جس میں اُس نے حامیان اہل بیت کی مدد سے ابن زبیر کے گورنر ابن مُطعم کو نکال کر حکومت حاصل کی۔

۲۔ جنگ جزیرہ (میسوپوٹامیہ)

مختار کے کمانڈر یزید بن انس اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان واقع ہوئی، جنگ کے دوران یزید کا جو پہلے سے بیمار تھا انتقال ہو گیا، اس کی فوج کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ کوفہ لوٹ گئی، مرنے سے پہلے یزید نے بقول بلاذری چھ ہزار اور بقول طبری تین سو شامی قیدیوں کو موت کی سزا دی۔ یزید کے سپاہیوں کی تعداد بلاذری و طبری نے تین ہزار اور ابو حنیفہ دینوری نے بیس ہزار لکھی ہے۔

۳۔ جنگ جَبَانَة السَّبِیح

جَبَانَة عربی میں محلہ اور قبرستان کو کہتے ہیں، سَبِیح قبیلہ کا نام ہے، جَبَانَة السَّبِیح میں کوفہ کے باغی اکابر اور مختار کے درمیان سب سے بڑا معرکہ ہوا تھا جس میں وہ شکست کھا کر بھاگے اور لہرہ جا کر پناہ لی۔

۱۔ النسب الاشراف ۲۳۱/۵

۲۔ تاریخ الأمم ۱۱۵/۷

۳۔ الأخبار الطوال ص ۳۰۴

۴۔ جنگ خازرہ

خازرہ، شمالی میسوپوٹامیہ میں ضلع اربل اور موصل کے درمیان ایک نہر تھی، یہاں مختار کی طرف سے ابراہیم بن اشتر اور حکومت شام کی طرف سے عبید اللہ بن زیاد باہم متصادم ہوئے، جنگ میں عبید اللہ مارا گیا اور اس کی فوج کا بھاری نقصان ہوا، اس جنگ میں بقول بلاذری مختار کے نو ہزار اور بقول طبری سات ہزار اور تبصریح ابو حنیفہ دینوری تقریباً تیس ہزار آدمی شریک ہوئے جن میں اکثریت موالی کی تھی۔

۵۔ جنگ رقیم

رقیم، نجد کے مغرب میں سرحد شام پر ایک گاؤں تھا، یہاں مختار کے سالار ابن ورس کو ابن زبیر کے سالار ابن سہیل نے اچانک حملہ کر کے شکست دی، ابن ورس مارا گیا، اس کی بیشتر فوج تباہ ہوئی، اس معرکہ میں مختار کے تین ہزار سپاہیوں نے حصہ لیا، جن میں دو تہائی سے زیادہ موالی اور غلام تھے۔

۶۔ جنگ دومتہ الجندل

جندل کے غزنی سرے پر مدینہ سے تیرہ دن کی راہ پر دومتہ الجندل

۱۔ دیکھئے نقشہ - معجم البلدان یا قوت مصر ۳/۲۸۶

۲۔ نقشہ دیکھئے -

۳۔ معجم البلدان یا قوت مصر ۴/۲۷۴

۴۔ نقشہ دیکھئے -

ایک بڑا تھلستان تھا، اس کا فاصلہ کوفا اور دمشق سے برابر تھا، یہ وہی جگہ ہے جہاں بقول بعض حضرت علی اور امیر معاویہ کے نمائندے قرآن کی روشنی میں خلافت کا امتنازع فیہ مسئلہ طے کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے، عبید اللہ بن زیاد کا بھائی عباد بن زیاد سیاست سے کنارہ کش ہو کر دومتہ الجندل میں آباد ہو گیا تھا، چونکہ وہ عبید اللہ کا بھائی تھا، مختار نے اس کی بھی خبر لی، اور چار ہزار فوج شمر حبیل بن ورس کی کمان میں صفحہ ہستی سے اس کا نشان مٹانے کے لئے بھیج دی، عباد کو اس ناگہانی حملہ کی خبر ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے شمر حبیل سے کہلوایا کہ میں اپنے دین کی سلامتی کے لئے یہاں آچھپا ہوں، میرا سیاست و حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، مجھے مت چھیرو اور لوٹ جاؤ، عباد کا احتجاج کام نہ آیا اور شمر حبیل حملہ کے لئے مستعد ہو گیا، مجبوراً عباد نے بھی اپنے سات سو غلاموں اور موالی کو مسلح کر لیا، لڑائی میں مختار کے ہزار آدمی کام آئے، شمر حبیل شکست کھا کر بھاگا تو اردگرد کے بدوؤں نے اس کو خوب لوٹا کھسوٹا اور اس کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر ڈالا، شمر حبیل بصد خرابی کو فہینچا، مختار کے دو ہزار سے زیادہ منتخب سوار اس جنگ میں ضائع ہوئے۔

۷۔ جنگ مزار

زیریں عراق کا یہ شہر بصرہ سے اسی نوے میل شمال میں واقع تھا،

۱۔ الأعلام النفیسیہ ابن رستہ طبع لیدن ص ۱۷۷۔

۲۔ انساب الأشراف ۲۶۸/۵۔

۳۔ نقشہ دیکھئے۔

مختار کو جب علم ہوا کہ کوفہ کے مفرور باغی اکابر مصعب بن زبیر اور ہلب کی قیادت میں ایک زبردست فوج لے کر کوفہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے بصرہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے ایک فوج مزار بھیجی، اس کے سپاہیوں کی تعداد بروایت بلاذری چالیس ہزار اور بقول ابوحنیفہ دینوری ساٹھ ہزار تھی، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں مختار کی فوج کو شکست فاش ہوئی، مزار کے معرکوں میں حضرت علی کے صاحبزادے عبید اللہ بھی جو مصعب کے ساتھ تھے مارے گئے، وہ مختار سے ناراض ہو کر مصعب کے پاس چلے گئے تھے، ان کی خواہش تھی کہ مختار ابن حنفیہ کی بجائے خود ان کو اپنی تحریک کا محور بنائے، مختار اس کے لئے تیار نہ ہوا، اس لئے وہ بگرد کر بصرہ چلے گئے، مصعب نے ان کی خوب آؤ بھگت کی اور پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا، بعض مورخوں نے مختار سے ان کی ناخوشی کی ایک دوسری وجہ بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبید اللہ مختار سے روپیہ یا منصب کے طالب تھے، مختار نے پوچھا: ابن حنفیہ کا سفارشی خط لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں مختار نے ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور وہ ناراض ہو کر اس کے دشمنوں سے جا ملے۔ یا قوت نے لکھا ہے کہ مزار میں عبید اللہ بن علی کی قبر ہے جس کی زیارت کرنے کے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

۱۔ تاریخ التواریخ بحوالہ مقاتل، الطالین، تالیف ابی الفرج اصفہانی ۶۸۷/۹

۲۔ الأخبار الطوال ص ۳۱۲۔

۳۔ معجم البلدان، ۴۸۳۔

۸۔ جنگِ حروراءِ کوفہ

حروراءِ کوفہ سے دو میل پر ایک گاؤں تھا، کوفہ کے استحكامات مکمل کر کے مختار نے یہاں اپنا کیمپ لگایا تھا اس کے پاس بیس ہزار فوج تھی، اس کے سامنے مُصعب تھا اور عقب میں کوفہ، مُصعب کی فوجیں چھوڑے بڑے بڑے حصوں میں تقسیم تھیں: قارب خود اُس کے زیرِ کمان تھا، نبیسرہ کی کمان مُہلب بن ابی صُفرہ، رسالوں کی عباد بن حُصین، پیادوں کی مالک بن مسمع اور مفرور کوفیوں کی محمد بن اشعث کے ہاتھ میں تھی، مختار نے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا لیکن اس کے آدمیوں کی بہت ٹوٹ چکی تھی، اُن کا کافی بڑا حصہ بھاگ گیا، مختار کو کوفہ کے محل میں محصور ہونا پڑا، جب اس کے ساتھیوں میں باوجود ہر ممکن کوشش کے حرارتِ جنگ پیدا نہ ہوئی تو وہ چالیس دن بعد فدائیوں کی ایک ٹولی کے ساتھ نکلا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

ان آٹھ لڑائیوں کے علاوہ مختار کی طرف سے کئی چھوٹی چھوٹی تخریبی و تباہی پیش قدمیاں بھی ہوئیں، کچھ قاتلین حسین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے، ایک ابن زبیر کے نامزد گورنر کوفہ کو دفع کرنے اور دوسری ابن حنفیہ کو قیدِ زمرم سے نکلنے کے لئے، ان آٹھ لڑائیوں میں سے دو کوفہ میں واقع ہوئیں، ڈومیسوپوٹامیہ (جزیرہ) میں، ایک بصرہ کے قریب، دو حجاز و نجد میں اور ایک کوفہ کے باہر، ان میں سب سے زیادہ ہولناک دو جنگیں تھیں: جنگِ فاہرا اور جنگِ نذار، جنگِ فاہرا مختار کے اقتدار کی نصف النہار تھی، جنگِ نذار اس کے زوال کی شام،

جنگ کثرت آبادی کا علاج

ان جنگوں میں مختار کے پچاس ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے جن میں موالی اور غلاموں کی اکثریت تھی، اور اس کے لگ بھگ نقصان فریق ثانی کا بھی ضرور ہوا ہو گا۔ خوں ریزی کے یہ اعداد و شمار شاید ہم کو حیرت انگیز معلوم ہوں لیکن حقیقت میں ایسے ہیں نہیں، کیوں کہ غلام عورتوں سے بے قید جنسی تعلق کے زیر اثر آبادی بڑی سرعت سے بڑھ رہی تھی، ہر صفحہ اور طاعون کے علاوہ جو وبائی شکل میں پھیلتے رہتے تھے جنگ افزائش نسل کی روک تھام کا ایک موثر علاج تھی، سلسلہ میں بصرہ آباد ہوا تو وہاں چند ہزار سے زیادہ عرب نہ تھے، کچھ دن بعد جب کوفہ کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی آبادی پندرہ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، زیادہ بن ابیہ کی گورنری بصرہ اور کوفہ کے زمانہ میں (۵۴ تا ۵۳ھ) بصرہ کی آبادی دو لاکھ اور کوفہ کی ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی، ان میں غلام اور موالی کا تناسب کافی تھا، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جن کے باپ عرب اور مائیں غیر عرب تھیں، رسول اللہ کے انتقال کے پندرہ بیس برس بعد ہی عربوں نے لڑنا چھوڑنا شروع کر دیا تھا اور غلامی سے پیدا ہونے والی غیر معتدل افزائش نسل ان کے جھگڑوں کی آگ کو اکساتی، بھڑکاتی اور کھپان کا ایندھن بھی بن جاتی، صرف جنگ صفین میں جو حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان جگڑ میں ہوئی ایک لاکھ آدمی مارے گئے تھے۔

مختار کی جنگی سمجھ بوجھ

ان جنگوں میں پہلی اور آخری جنگ مختار نے خود لڑی، باقی سب اس کے جنرلوں کی کمان میں ہوئیں اور یہ عجیب بات ہے کہ پہلی جنگ سے اس نے قوت حاصل کی اور دوسری نے اس کے اقتدار کی عمارت گرا دی تاریخ میں ایسے اشارے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو جنگ کی کافی سمجھ بوجھ تھی، وہ محض تلوار، ہتھیار اور تعداد ہی پر بھروسہ نہ کرتا بلکہ فکر و نظر کو بھی کام میں لاتا تھا اور دشمن فوج کی نفسیات کو مد نظر رکھ کر عسکری چالیں چلانا تھا، پہلی جنگ میں جو اس کی زیر کمان کوفہ میں ہوئی اس کی جنگی تدبیر کی دو مثالیں قابل ذکر ہیں۔ (۱) وہ اپنے کمانڈروں کو تاکید کرتا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دشمنوں سے دشمن کا مقابلہ کریں اور کسی مورچہ پر فوج اکٹھا نہ کریں بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کے لیے درپے ریلوں سے دشمن کے حوصلے پست کر دیں اور ان کی قوت کا رکوڑگی کو باطل۔

(۲) فتح کوذ کی جنگ میں جب دشمن کا دباؤ اس کی بیرون شہر فوج پر بڑھنے لگا تو اس نے چند دستے دشمن کی اگلی فوجوں کو بچا کر پشتی حملہ کے لئے بھیجے اور یہ تدبیر نہایت کارآمد ثابت ہوئی، ایک طرف دشمن دو سمتوں سے گھر گیا، دوسری طرف محل اس کی زد میں آگیا اور بہت جلد شہر پر قبضہ ہو گیا، اس لڑائی میں دشمن پر ضرب لگانے کی اس نے ایک اور تدبیر اختیار کی جو رسول اللہ طائف کے محاصرہ میں (۹ سنہ) استعمال کر چکے تھے، اس نے شہر میں منادی کرا دی کہ جو غلام ہم سے آئے گا اس کو آزاد کر دیا جائے گا، اس پیغام رحمت کو سن کر ہزاروں

غلام بھاگ آئے اور عزت و خوش بختی کی امید میں دل و جان سے اس کی لڑائی میں شریک ہو گئے۔

سالاروں کو ہدایات

میدان جنگ کو کھینچتے وقت وہ اپنے سالاروں کو جنگی پالیسی کے بارے میں ہدایات دیتا تھا، یزید بن انس کو عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ پر روانہ کرتے وقت اس نے یہ ہدایت دی تھی:

(۱) میدان جنگ میں دشمن سے بحث و مباحثہ نہ کرنا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریقین لڑنے سے پہلے ایک دوسرے پر اپنے مسلک کی حقانیت جتایا کرتے یا ایک دوسرے میں بد اطمینانی پھیلانے کی کوشش کرتے جیسا کہ جنگ صفین میں لا حکم الا للہ کا نعرہ بلند کرنے سے ہوئی تھی، بحث و مناظرہ سے ایک فریق کو دوسرے کی قوت اور ہمت کا اندازہ لگانے اور اپنی زیادہ قوت کا احساس دلا کر دوسرے کے جوصلے پست کرنے کا موقع مل جاتا تھا، تمھاری اسٹریٹیجی یہ تھی کہ دشمن کو اپنی قوت اور تعداد سے باخبر نہ ہونے دے اور اس پر اندھا دھند حملہ کر کے اس کی قوت کا رکردگی کو مفلوج کر دے۔

(۲) دشمن کو ڈھب سے حملہ کا موقع نہ دینا۔

(۳) میں بے دریغ تمھارے پاس رسالے بھیجتا رہوں گا، اس سے تمھاری قوت میں اضافہ ہوگا، تمھاری فوج کا حوصلہ بڑھے گا اور دشمن کی ہمت پست ہوگی۔

لے انساب الأشراف ۵/۲۶۷۔

لے انساب الأشراف ۵/۲۳۰۔

ابراہیم بن اشتر کو عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ پر بھیجتے وقت اس نے
یہ نصیحت کی تھی :

(۱) اپنے ہر کام میں ظاہر ہو یا مخفی خدا سے ڈرتے رہنا۔
(۲) جتنی جلد ممکن ہو محاذ پر پہنچ جانا، تاکہ کوفہ سے دور دشمن کا مقابلہ
ہو، مختار اپنے گھروں پر محاذ کی سلامتی اور غیر شیعہ اکابر کی ممکن بغاوت سے
بچنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ دشمن کا مقابلہ کوفہ سے دور ہو، یہی
مصلحت تھی جس کے پیش نظر اس نے کوفہ سے دو سو میل دور نزار میں مصعب
سے لڑنے اپنا لشکر بھیجا تھا۔

(۳) دشمن کے پاس پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دینا، اگر
رات کو پہنچا اور حملہ ہو تو رات ہی میں اس سے لڑنا، اور اگر دن میں پہنچا
تو رات کا انتظار نہ کرنا۔

اس اسٹریٹیجی کا مقصد دشمن کے ہاتھ پیر پھیلانا اور بدحواس کر کے
اس کی فوجی ڈسپلن خراب کرنا تھا، اس قسم کی طوفانی لڑائی ہمیشہ اس
فریق کے لئے مفید ہوتی ہے جس کی تعداد فریق مخالف سے کم ہو جیسا کہ
شام کی دونوں جنگوں میں مختار کی تھی۔

مختار کا خاندان

مختار کا دادا مسعود طائف کا رئیس تھا، اس کے دادا کے تھے،
سعد اور ابو عبید، ۳۱ھ میں عمر فاروق نے ابو عبید کو ایک فوج کا کمانڈر
بنا کر عراق کی سرحدیں فارسوں سے لڑنے بھیجا تھا، جنگ کے دوران

انہوں نے تہوڑا اور بے احتیاطی سے کام لیا اور دشمن کے ہاتھی کے نیچے
 دب کر جان دی، ابو عبید کے بڑے بھائی سعد حضرت علی کی طرف سے
 عراق کے بڑے ضلع مدائن کے کلکٹر تھے، مختار کے دو بھائی تھے اور ایک
 بہن، بھائیوں کے نام تھے جبر اور اسید، بہن کا نام صفیہ تھا، جبر والد
 کے ساتھ جنگ میں کام آئے، اسید کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم
 ہو سکا، صفیہ عمر فاروق کے بڑے لڑکے عبدالسد کو بیاسی تھی، مختار کے
 بال بچوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں، لیکن ہر بخ
 بتاتے ہیں کہ کوفہ میں اس کا کافی بڑا خاندان تھا، اس کی ایک بیوی عمرہ کور
 کوفہ صحابی نعمان بن بشیر انصاری کی لڑکی تھی، دوسری بیوی اُم ثابت کا باپ
 ایک بڑا عرب اور صحابی سمرہ بن جندب تھا، اُم ثابت کے دو لڑکے تھے،
 اسحاق اور محمد،

مختار کے قتل کے بعد مصعب نے اُم ثابت اور عمرہ کو طلب کیا
 اور ان سے کہا کہ مختار کے جھوٹا اور مفتری ہونے کا اقرار کریں، اُم ثابت
 نے اقرار کر لیا لیکن عمرہ نے کہا: میں یہ اقرار نہیں کروں گی، خدا ان کی مغفرت
 کرے وہ بڑے صالح آدمی تھے، مصعب نے عمرہ کو حراست میں لے
 لیا، اور اپنے بھائی خلیفہ ابن زبیر کو لکھا کہ وہ مختار کو نبی کہتی ہے، ابن زبیر
 نے اس کے قتل کا حکم لکھ بھیجا، رات کو ایک سپاہی نے کوفہ سے باہر
 لے جا کر عمرہ کو مار ڈالا۔ مکہ کے مشہور غزل گو شاعر، عمر بن ابی ربیعہ کو
 اس المناک واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے یہ شعر کہے:

۱۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ مصر ۱۹۳۴ء ص ۱۷۶۔

۲۔ النسب الاشراف ۲۶۴/۵ و تاریخ الأمم ۱۵۸۔

قتل بیضاء حِزَّة عَطْبُول
 ایک شریف کشاوہ قد حسینہ کو قتل کیا جائے
 ان لله درہا من قتیل
 کیا ہی خوب تھی وہ مقتول حسینہ!
 وعلی الغانیات جر الذیول
 اور حسیناؤں کے لئے ناز و تخریر

ان من أعجب العجائب عندی
 میرے لئے یہ سخت حیرت کی بات تھی کہ
 قتلت ہکذا علی غیر حرم
 اس کو اس بے دردی سے بلا قصور مارا گیا!
 کتب القتل والقتال علینا
 قتل و قتال مردوں کے لئے ہے

اشاک

(الف)

۱۹۱، ۸۹، ۸۴، ۷۷، ۶۹، ۶۸

۱۰۰، ۹۹، ۹۷، ۹۶، ۹۳، ۹۲

۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۱

۱۱۸، ۱۱۴، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷

۱۲۳

ابن کامل شاکری - ۶۴، ۷۹، ۸۰

(۸)

ابن مالک بکراوی - ۶۳

ابن مرجانہ (عبید اسد بن زیاد) - ۱۳

ابن منطع (عبد اسد) - ۲۲، ۲۶، ۳۰

۱۱۴، ۱۰۳، ۶۴، ۴۲، ۳۱

ابن ہمام سلولی شاعر - ۵۹

ابو بکرزہ اسلمی - ۱۰۱

ابو حنیفہ دینوری - ۴۱، ۴۹، ۵۱، ۸۵

۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷

ابو عبید ثقفی - ۳، ۴، ۱۲۲، ۱۲۳

ابو عبیدہ بن عمرو شاعر - ۲۲

ابو عمرہ کیسان - ۱۱، ۱۴، ۶۶، ۶۴

ابراہیم بن اشتر - ۳۶، ۳۷، ۳۸

۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴

۱۱۵، ۱۰۸، ۷۲، ۷۱، ۶۳، ۵۷

۱۲۲

ابراہیم بن محمد بن طلحہ - ۲۲، ۳۰

ابن اثیر مورخ - ۴۹

ابن حنیفہ (ابو القاسم محمد بن علی)

۱۳، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴

۲۵، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۹

۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۶

۴۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲

۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸

۱۰۱، ۱۱۷

ابن خلدون مورخ - ۴۹

ابن زبیر (عبد اللہ) - ۱۶، ۱۷، ۱۸

۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵

۲۶، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵

انتساب الأشراف بلاذری - ۳،

۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۵، ۲۲، ۲۹، ۴۴،

۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۳،

۶۴، ۸۱، ۸۶، ۸۹، ۹۳، ۹۶،

۹۷، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۸،

۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۳،

أهل بیت - ۲، ۳، ۴، ۹، ۲۰،

۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۳۰، ۳۲،

۴۴، ۶۵، ۸۹، ۱۱۲،

آهواز - ۷۷، ۷۸،

ایران - ۳۷،

(ب)

بصره - ۱، ۲، ۹، ۱۸، ۴۴، ۴۷، ۴۸،

۴۹، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰،

۸۲، ۸۴، ۸۹، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳،

۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹،

بکر بن وائل (قبیلہ) - ۱۱۰، ۱۱۲،

۱۱۳،

بلاذری (مورخ) - ۳، ۹، ۴۹، ۵۶،

۵۸، ۶۲، ۶۳، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵،

۱۱۷،

۷۹، ۷۵،

أبو عمرو بن علاء - ۹۷،

أبو موسى أشعری - ۶۴،

أحمد بن شبيب - ۳۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱،

۸۲،

أحمد بن قیس - ۸۵، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲،

الآخبار الطوال - ۱۳، ۴۳، ۴۹،

۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۶، ۷۹، ۸۴،

۱۰۰، ۱۱۴، ۱۱۷،

أذربيجان - ۶۳، ۷۰،

اربل - ۱۱۵،

أرمينية - ۶۳،

إستيعاب ابن عبد البر - ۱۱۳،

إسحاق - ۱۲۳،

أسيد - ۱۲۳،

أشتر (مالک) - ۳۶، ۳۷،

إصفهان - ۶۴، ۷۰،

أصمعی - ۹۷،

أعشى همدان شاعر - ۵۹،

الأعلاق النفیسه ابن رسته - ۱۱۴،

أم ثابت - ۱۲۳،

- بنو اسرائیل - ۵۵
- بنو امیہ - ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵
- جبریل - ۵۸، ۵۹
- جزیرہ (میسوپوٹامیہ) - ۲۳، ۲۴
- جعدہ بن ہبیرہ - ۵۴، ۵۵
- جنگِ خیبر - ۴۳
- جوخی (عراق) - ۴۳
- تاریخ الأمم والملوک طبری - (ت)
- عاریث بن عبدالسد قبایح - ۱۱۰
- حجاز - ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵
- حجاج بن یوسف - ۲، ۱
- حجر بن عدی - ۹
- خروراء - ۸۲، ۸۳
- حسن بصری - ۵۱
- حسن بن علی - ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵
- تیم (قبیلہ) - ۸۵
- توزلین - ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵
- ثقیف (قبیلہ) - ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰
- ثمود (قبیلہ) - ۱۰۸
- جبال (صوبہ) - ۱۴۰
- جبالہ الشیبی - ۱۱۲
- جبر - ۱۲۳

زبیر بن عوّام - ۸۹، ۹۲، ۱۰۰

زحر بن قیس - ۶۳

زفرم - ۹۵، ۹۷، ۱۱۸

زیاد بن اُبیہ - ۶۱، ۹۰، ۹۲، ۱۱۹

زیاد بن عمرو غنکی - ۱۱۲، ۱۱۳

(س)

سائب - ۶۱

سجستان - ۶۳

سراقہ باریقی - ۷۶

سعد بن ابی وقاص - ۶۷، ۹۰

سعد بن حذیفہ بن بیان - ۶۳

سعد بن مسعود - ۶۴، ۷۷، ۱۰۰

۱۲۲، ۱۲۳

سلیمان بن صرد - ۹، ۲۱، ۲۳

۲۲، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۱۰۹

سمرہ بن جندب - ۱۲۳

سندہ - ۲۰

سواد (عراق) - ۷۰

(ش)

شام - ۱۰، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۴

۴۰، ۵۳، ۶۸، ۶۹، ۷۶، ۱۱۱

۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۸

حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص

۹۰، ۷۴

حلوان - ۷۳

حیرہ - ۳

(خ)

خازرہ - ۱۱۵، ۱۱۸

حدیجہ (رسول اللہ کی بیوی)

۱۰۰

خراسان - ۲، ۶۳، ۱۰۱

خوارج - ۲، ۵، ۶، ۷، ۸

(ح)

دستی (دشت پلے) - ۶۴

دمشق - ۱۳، ۱۱۶

دوۃ الجندل - ۱۱۵، ۱۱۶

زبیجہ (قبیلہ) - ۱۱۰، ۱۱۲

زرقم - ۷، ۱۱۵

زرقی - ۶۴، ۷۰

(ز)

زابدہ بن قدامہ - ۱۵، ۳۲، ۳۳

۱۰۸، ۱۰۴

عائشہ (رسول اللہ کی بیوی)۔

۱۱۵

۱۰۰

شدت بن ربیع - ۶۸، ۶۹، ۷۷

عامر بن مسعود - ۱۹

شمر حیل بن ورس - ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۵

عباد بن حصین - ۱۱۸

۱۱۶

عباد بن زیاد - ۱۱۶

شرح بن حارث (قاضی) - ۶۵

عبدالرحمن بن ابی بکر - ۹۹

شعب علی - ۹۷

عبدالرحمن بن سعید بن قیس

شعبی - ۳۶، ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۲

ہمدانی - ۶۳

۵۹، ۵۷

عبدالرحمن بن عمیر ثقفی - ۸۱

شمر بن ذی جوشن - ۷۳، ۹۱

عبدالمدین حارث - ۶۳

(ص)

عبدالمدین خازم - ۸۴

صفین - ۵، ۱۱، ۱۱۹، ۱۲۰

عبدالمدین عتبہ - ۶۵

صفیہ (رسول اللہ کی پھوپھی)

عبدالمدین عباس - ۱۴، ۶۲، ۸۷

۱۰۰

۸۸، ۸۹

صفیہ (مختار کی بہن) - ۴، ۱۲۳

عبدالمدین عمر - ۴، ۱۵، ۲۸، ۲۹

(ط)

عبدالمدین مسعود - ۶۵

طائف - ۱، ۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱

۱۲۲

عبدالمدین یزید - ۲۲

طبقات ابن سعد - ۳۵، ۸۶، ۹۱

عبدالقیس (قبیلہ) - ۱۱۰

طبری (مورخ) - ۲۹، ۸۴، ۱۱۳

عبدالملک بن مروان - ۸، ۸۴

۱۱۳، ۱۱۵

۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶

(ع)

مثنوی بن مخبر بن عبدی - ۱۱۰، ۱۰۹

۱۱۱، ۱۱۲

محمد بن آشوت (ابو سعید) -

۸۲، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۳

۱۱۸، ۸۳

محمد بن عثمان - ۶۳

محمد بن علی (دیکھے ابن حنفیہ)

محمد بن عمیر بن عطار - ۶۳

محمد بن کعب بن قرقہ - ۶۳

مختار (ابو اسحاق) بن ابی عبید

حنفی - ۱۱، ۱۰، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

۴، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۴

۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱

۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷

۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۴، ۳۳

۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳

۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰

۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷

۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳

۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰

۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷

کتاب المعارف - ۱۲۳، ۵۸

کر بلا - ۷۳، ۵۳، ۲۴، ۱۵، ۲

۱۰۱، ۷۵

کرمان - ۷۸

کعبہ - ۱۹۷، ۱۸۶، ۱۷۷

کوفہ - ۱۹۱، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹

۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱

۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹

۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸

۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷

۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸

۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸

۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷

گیسان - ۱۹۸، ۹۷

گیسان (فرقہ) - ۱۹۸، ۹۶

(م)

مالک بن مسیح - ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲

۱۱۳، ۱۱۸

ماوراء النہر - ۲

مُضَرِّ (قبیلہ) - ۱۱۲	۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷
مُعاویہ بن ابی سفیان - ۱۱۵، ۱۱۶	۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳
	۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹
	۱۰۱، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵
مُجم البلدان یا قوت - ۱۱۵، ۱۱۷	۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲
مُغیرہ بن شعبہ - ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۰	۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷
المثل والنخل شہرستانی - ۹۸	۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳
مُہذب بن ابی صُفْرہ - ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶	۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴
موالی - ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲	۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹
	مَدائن - ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰
	مَدینہ - ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸
	۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰
	مَدَار - ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲
مَوَصِل - ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰	۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹
میسوپوٹامیہ - ۱۱۸، ۱۱۷	مَرَوَان بن حَکَم - ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸
میکائیل - ۵۶	مَرُوح الذَّہَب - ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳
(ن)	مُسَلِم بن عَقِيل - ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹
نَاخ التَّوَارِيخ - ۹۶، ۹۵، ۹۴	مَسْعُود (مُتَارَكَادَا) - ۱۲۲
	مَسْعُودِي (مُورِخ) - ۵۸
نَجْد - ۱۱۵	مُصْعَب بن زَبِير - ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲
نَجْدَة (خارجی لیڈر) - ۸۴	۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰
نَزَار (قبیلہ) - ۱۱۰	۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰

تَصْبِیْبِیْن - ۵۸

نُحْمَانُ بْنُ بَشِیْرٍ اَنْصَارِی - ۱۲۳، ۹

نَهْرَوَان - ۶، ۵

(ی)

یاقوت مصنف مجمع البلدان - ۱۱۷

یزید بن اَلَسَّ - ۲۸، ۳۹، ۴۸

۱۲۰، ۱۱۴، ۷۱

یزید بن معاویہ نخلی - ۶۴

یزید بن معاویہ - ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۲

۳۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۱

یزید بن نجبه فزآری - ۶۴

یَقْدُم (قبیلہ) - ۱۰۸

(و)

وادی القری - ۹۲، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷

(۵)

ہانی بن عروہ - ۱۱

ہمدان (قبیلہ) - ۲۲، ۲۲، ۲۷

ہند - ۲

یامہ - ۵۴

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط

ایک مہتمم بالشان اور متبرک کتاب

اس کتاب میں افضل البشر بعد النبی المرسل، خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ تمام خطوط مع اصل و ترجمہ انتہائی کاوش اور دیدہ ریزی سے یک جا کئے گئے ہیں جو خلیفہ اولؓ اپنی خلافت کے پُر آشوب اور ہنگامہ خیز دور میں حاکموں، گورنروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرماتے ہیں، ان مکتوبات اور فرامین کے مطالعہ سے صدیق اکبرؓ کی لائانی انتظامی خصوصیات اور طریق کار کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ ایسا مجموعہ اب تک وجود میں نہیں آیا تھا، اردو ترجمہ کے ساتھ خطوں سے متعلق ضروری تفصیل بھی دی گئی ہے جس کو پڑھ کر ان فرمانوں کا پورا تاریخی پس منظر سامنے آجاتا ہے شروع میں حضرت صدیق اکبرؓ کے خاص حالات سے متعلق ایک لکھنؤ افروز تعارف "بھی ہے، آخر میں عربی کے اصل مکتوبات مرتب صورت میں دیے گئے ہیں جن سے اہل علم اور طلبہ کو خاص طور پر نفع ہوگا۔

نقش کتابت و طباعت، اعلیٰ درجہ کا کاغذ، ۲۱۶ صفحات
مؤلف و مرتب ڈاکٹر خورشید احمد فاروق صاحب اساتذہ ادیب و شاعر عربی
دہلی یونیورسٹی بڑی تقطیع قیمت چار روپے۔ مجلد پانچ روپے

حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط

ایک عظیم الشان کتاب

مؤلف :- ڈاکٹر خورشید احمد فاروق صاحب ایم اے

استاد ادبیات عربی - دہلی یونیورسٹی

اس عظیم المرتبہ اور ضخیم کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وہ تمام مکتوبات مع اصل و ترجمہ پورے اہتمام کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں جو خلیفہ ثانی نے اپنے بے مثال تاریخی دور میں مختلف گورنروں، حاکموں، افسروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں ان خطوط اور فرامین سے فاروق اعظمؓ کے طریق کار، انتظامی خصوصیات اور امور مملکت میں حیرت انگیز بہارت کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے، مکاتیب و فرامین کا بیش بہا مجموعہ اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ اب تک کسی زبان میں وجود میں نہیں آیا تھا فاضل مؤلف نے سالہا سال کی محنت، شاقہ اور سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد ان موتیوں کو جمع کیا ہے، تحقیق و جامعیت کی شان پیدا کرنے کے لئے مصر، ہندوستان کے نادر و کمیاب قلمی اور مطبوعہ ذخیرہ کتب کو انتہائی دیدہ ریزی سے چھانا گیا ہے۔ اصل عربی اور اردو ترجمے کے ساتھ خطوط سے متعلق تمام ضروری تفصیلات بھی دی گئی ہیں، یہ کتاب مبالغہ سے پاک ہے، ”حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط“ کا یہ مجموعہ ہر حیثیت سے لاجواب ہے

اہل علم، طلبہ اور عوام سب ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، خطوں
کی مجموعی تعداد ۲۲۵

ندوۃ المصنفین کی قابل فخر کتاب صفحات ۶۷۲ بڑی تقطیع
طباعت نفیس، قیمت غیر مجلد گیارہ روپے۔ قیمت مجلد بارہ روپے

قرن اول کا ایک مختصر

از
نور شیدا احمد فارق

استاد ادبیات عربی، دہلی یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ برہکان دہلی

287